نظامِ آسمانی کی مخالفت

اور

اُس کا پس منظر

تقریر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(الناشر:- الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ)

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اُس کا پسِ منظر

تشہّد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا[1]:-

آج کی تقریر عام طور پر عام مسائل پر ہوا کرتی تھی لیکن اس دفعہ فتنہ کی وجہ سے مجھے اس تقریر کے لئے بھی ایک ایسا موضوع چُننا پڑا جو اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے لئے اس وجہ سے کہ اس کا تعلق خلافت احمدیہ سے ہے اور جماعت احمدیہ میں جو لوگ شامل نہیں ان کے لئے اسلئے کہ اِس میں ایک اسلامی موضوع بیان ہوا ہے نہایت اہمیت

---

[1] یہ تقریر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ میں "نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اُس کے پس منظر" پر بیان فرمائی تھی۔

رکھنے والا ہے اور دوسرے اس لئے بھی مَیں نے اسے چُنا ہے کہ اگر وہ
ہمارے اندر فتنہ پیدا ہونے سے خوش ہوتے ہیں تو اور بھی خوش ہو
جائیں اور ساری تفصیل اُن کو معلوم ہو جائے۔ لیکن اس کی تفصیلات
اِتنی ہو گئی ہیں کہ مَیں حیران ہوں کہ اس مضمون کو کس طرح بیان کروں
بعض دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ اس کے بعض حصّوں میں مَیں صرف
نوٹ پڑھ کر سُنا دوں۔ پہلے میری عادت تھی کہ باریک نوٹ چھوٹے
کاغذ پر آٹھ یا بارہ صفحے کے لکھے ہوئے ہوتے تھے، حد سے حد سولہ
صفحے کے ۔ بعض بہت لمبی لمبی پانچ پانچ چھ چھ گھنٹہ کی تقریریں ہوئیں
تو ان میں چوبیس صفحہ کے بھی نوٹ ہوتے تھے، لیکن وہ ایسے صفحے
ہوتے ہیں کہ ایک فل سکیپ سائز کے کاغذ کے آٹھ صفحے بنتے ہیں۔
مگر اس دفعہ یہ نوٹ بہت لمبے ہو گئے ہیں۔ دوستوں نے مشورہ دیا
ہے کہ مَیں وہ نوٹ ہی پڑھ کر سُنا دوں۔ گو بعض دوسروں نے کہا
ہے کہ آپ پڑھ کر سُنا ہی نہیں سکتے، جب پڑھ کے سُنانے لگیں گے
تو کچھ نہ کچھ اپنی باتیں شروع کر دیں گے اس طرح تقریر لمبی ہو جائیگی۔
گو یہ ہو سکتا ہے کہ بعض حصّے جو رہ جائیں ان کو بعد میں شائع کر
دیا جائے مگر مناسب یہی ہے کہ احباب جو جمع ہوئے ہیں اُن تک
مضمون میری زبان سے پہنچ جائے۔ اس لئے جہاں بھی ایسا موقعہ
آیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مضمون لمبا ہو رہا ہے تو مَیں صرف نوٹ پڑھ
کے سُنا دونگا تاکہ اِس جلسہ میں یہ تقریر ختم ہو جائے۔

نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اسکا پس منظر

سورۂ اعلیٰ کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى - وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى - بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا - وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى - اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى - صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى -

یعنی جو شخص پاک ہوتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے وہ بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن اے قرآن کریم کے مخاطب! تم لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہو یعنی دُنیا کو دین پر مقدم کرتے ہو حالانکہ دین دُنیا پر مقدّم ہے اور قائم رہنے والا ہے۔ یہی بات پہلی کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ ابراہیمؑ کی کتاب میں بھی لکھی ہے اور موسیٰؑ کی کتاب میں بھی یہی بات لکھی ہے۔

اِن آیات سے جو مَیں نے پڑھی ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو وحی نازل ہوئی تھی ان دونوں میں یہ کہا گیا تھا کہ اے لوگو! آخرت یعنی دین کو دنیا پر مقدّم کرو۔ دُنیا کو دین یعنی آخرت پر مقدم نہ کرو۔ ورنہ تمہارا الٰہی نظام سے ٹکراؤ ہو جائیگا اور تم حق کو نہیں پا سکو گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہی پُرانی تعلیم سکھائی گئی اور آپ نے اپنی بیعت میں یہ الفاظ رکھے کہ

"مَیں دین کو دُنیا پر مقدّم رکھوں گا"

درحقیقت یہی تعلیم ہے جس کے نہ ماننے کی وجہ سے نظامِ آسمانی کی مخالفت کی جاتی ہے یعنی رقابت یا لالچ یا بُغض کی وجہ سے۔

آدمؑ کے زمانہ میں شیطان کی مخالفت

چنانچہ آدمؑ کو دیکھ لو شیطان نے اُس کے لائے ہوئے نظام کی مخالفت کی۔ اِس مخالفت کی وجہ کیا تھی؟ قرآن کریم اسے یُوں بیان فرماتا ہے۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۔ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ۔ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ (اعراف ع ۲)

یعنی اے شیطان! جب میں نے کہا تھا کہ اس آدم کی خاطر اسکی پیدائش کی خوشی میں میرے آگے سجدہ کرو تو تم نے کیوں سجدہ نہیں کیا؟ یا میں نے کہا تھا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو۔ تو تم نے کیوں فرمانبرداری نہیں کی۔ تو اُس نے جواب دیا۔ میں نے اس لئے ایسا نہیں کیا کہ میں اس سے اچھا ہوں (قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ) یعنی میری نافرمانی کی وجہ رقابت تھی۔ مجھے تُو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے (خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ) اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیطان کو آدم سے یہی بُغض تھا کہ میں تو اس سے اعلیٰ ہوں پھر اس کو مجھ پر فضیلت کیوں دی گئی۔ یہی بُغض ابلیس کے ساتھیوں کو آدم کے ساتھیوں سے تھا۔ یعنی دنیا کو دین پر مقدّم کرنا ساری مخالفت کا باعث تھا۔ وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو بڑھایا ہے بلکہ وہ یہ دیکھتے تھے کہ ہم پر اس کو فضیلت دے دی گئی ہے۔ چنانچہ اس کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے شیطان! میرے نظام سے باہر نکل جا (قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا) کیونکہ تیرا کوئی حق نہیں تھا کہ میری جماعت میں شامل ہوتے ہوئے تکبّر کرتا اور میرے مقرر کردہ خلیفہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا (فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا) پس نکل جا۔ کیونکہ ذلّت تیرے نصیب

میں ہے (فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ) اُس نے کہا - الٰہی جب تک یہ قوم ترقی کرے اور دُنیا پر غالب آجائے، مجھے ڈھیل دے اور موقعہ دے کہ مَیں ان کو خراب کروں (قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ہاں ان کی ترقی کے زمانہ تک مَیں تجھے ڈھیل دونگا (قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ) اِس پر شیطان نے کہا - کہ مجھے بھی تیری ہی ذات کی قسم! کہ چونکہ تُو نے اپنے نظام کو تباہی سے بچانے کیلئے مجھے ہلاکت میں ڈالا ہے اِس لئے مَیں بھی تیرے نظام پر چلنے والوں کی تباہی کے لئے تیرے سیدھے راستہ پر ڈاکوؤں کی طرح بیٹھوں گا (قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ) پھر مَیں اُن کے پاس کبھی تو اُن کے لیڈروں کے ذریعہ سے آؤں گا (ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ) اور کبھی اُن کے چھوٹے لوگوں کے ذریعہ سے آؤنگا (وَمِنْ خَلْفِھِمْ) اور کبھی دینی دلیلیں دے دے کے ورغلاؤنگا (وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ) اور کبھی دنیوی طور پر اُن کو ورغلاؤنگا کہ اگر تم نے اِن تعلیموں پر عمل کیا تو حکومت مخالف ہو جائیگی۔ (وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ) اور تُو اِن میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائیگا (وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شٰکِرِیْنَ) یعنی تُو دیکھ لیگا کہ اِن میں سے اکثر تیری نعمتِ خلافت پر شکر گذار نہیں ہیں بلکہ

اکثر اُن میں سے شبہات میں پڑ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تیری اِن لافوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ تُو میرے نظامِ جماعت سے نکل جا۔ تجھے ہمیشہ گنہگار قرار دیا جائیگا اور تجھے حقیر سمجھا جائیگا اور تجھے جماعتِ حقّہ اسلامیہ سے دھتکارا جائے گا۔ (قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا) اور جو اِن لوگوں میں سے تیری اتباع کریں گے اُن سب کو میں جہنّم میں جھونک دونگا یعنی ناکام اور حسرتوں کا شکار بنا دونگا (لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ)

اِس ارشاد پر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے سابقین نے پورا عمل کیا جو ہمیشہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کہتے آئے ہیں۔ باقی جماعتوں میں سے کچھ لوگوں نے اِسپر عمل تو کیا ہے لیکن اِس کو اہم اصل قرار دے کر اسے یاد نہیں رکھا اِن آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مخالفینِ نظامِ الٰہی کو اپنے آپ سے جُدا کر دینا خدائی حکم ہے اور یہ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ناکام و نامراد رہیں گے۔ چنانچہ جس وقت یہ فتنہ[1] شروع ہُوا ہے بہت سے جماعت کے مخلصین نے مجھے لکھا کہ آپ خواہ مخواہ ان کو موقعہ کیوں دیتے ہیں۔ کیوں نہیں انہیں جماعت سے خارج کر دیتے۔ بعض کمزور ایسے بھی تھے جنہوں نے یہ لکھنا شروع کیا کہ آخر حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اولاد ہے۔ اِسپر مجھے

[1] یعنی تازہ فتنہ منافقین

مولوی رحیم بخش صاحب کا واقعہ یاد آگیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب
مولوی محمد احسن صاحب نے لاہوریوں کے لالچ دلانے پر اشتہار
شائع کیا کہ میں نے ہی میاں محمود کو خلیفہ بنایا تھا اور میں ہی
ان کو خلافت سے اتارتا ہوں تو جماعت نے اس وقت یہ
ریزولیوشن پیش کیا کہ ان کو جماعت سے نکالا جائے۔ مولوی
رحیم بخش صاحب سیالکوٹ کے ایک بڈھے صحابی تھے۔ وہ
کھڑے ہو گئے اور بڑے زور سے کہنے لگے کہ ایسا ریزولیوشن
پاس نہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِن کو فرشتہ
قرار دیا ہے۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ مولوی صاحب آپ کا
کیا منشاء ہے کہ جو کہتا ہے کہ خلافت توڑ دو اُس کو جماعت سے
نہ نکالیں۔ تو کہنے لگے اگر ایسا ہے تو پھر اس کو جماعت سے
نکال دو۔

تو وہ لوگ جو آج بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی
اولاد ہے۔ اُن سے میں کہتا ہوں کہ یہ تو حضرت خلیفہ اولؓ کی
اولاد ہے اور مولوی محمد احسن کے متعلق حضرت صاحب نے کسی
خط میں لکھا ہے کہ یہ جو حدیث میں آیا تھا کہ مسیح موعودؑ دو فرشتوں
پر اُترے گا اُن میں سے ایک مولوی محمد احسن بھی ہیں۔ اُسوقت
تو جماعت نے اِتنی ہمت کی کہ مولوی محمد احسن کو جن کو حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے فرشتہ قرار دیا تھا انہوں نے کہا

کہ خلیفہ کے سامنے اگر فرشتہ بھی کھڑا ہوتا ہے تو نکالو اُسے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ بھی یہی کہا کرتے تھے کہ اگر تم فرشتے بھی بن جاؤ تو خلیفہ پر اعتراض کرنے پر تم پکڑے جاؤ گے۔ لیکن آج بعض کمزور دل کہتے ہیں کہ یہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اولاد ہیں انکو کچھ نہ کہو۔ جماعت کو تباہ ہونے دو۔ مرزا صاحب کے سلسلہ کو تباہ ہونے دو۔ محمدؐ رسول اللہ کے مشن کو نقصان پہنچنے دو قرآن کریم کی تعلیم کو غلط ہونے دو۔ اسلام کو کمزور ہونے دو پر حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اولاد کو کچھ نہ کہو۔ گویا حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اولاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ معزز ہے۔ وہ قرآن سے بھی زیادہ معزز ہے۔ وہ اسلام سے بھی زیادہ معزز ہے۔ وہ مسیح موعودؑ سے بھی زیادہ معزز ہے۔ وہ مسیح موعودؑ کے خاندان سے بھی زیادہ معزز ہے۔ وہ مسیح موعودؑ کے الہامات سے بھی زیادہ معزز ہے۔ ان کو کچھ نہ کہو۔ سلسلہ کو تباہ ہونے دو۔ قرآن کریم کی تعلیم کو غلط ہونے دو۔ خلافت کو مٹنے دو۔ خدا کے کلام کو غلط ثابت ہونے دو مگر یہ کام نہ کرو۔ تو کچھ لوگوں نے تو یہ کہا۔ چنانچہ مری میں جب ایک صاحب کو پتہ لگا کہ مَیں ایک اشتہار لکھ رہا ہوں تو کہنے لگے۔ نہ۔ نہ۔ نہ۔ نہ۔ آپ نے ۲۵ سال ان کو معاف کیا ہے۔ اب بھی معاف کر دیجئے۔ مَیں نے کہا، بجھے

۲۵ سال معاف کرنے کی سزا ہی تو مل رہی ہے۔ اگر میں انکو ۲۵ سال معاف نہ کرتا اور ۲۶ء میں ہی ان کو کیڑے کی طرح باہر نکال کے پھینک دیتا تو آج ان کو یہ کہاں ہمّت ہوتی۔ یہ "مولانا" بنے ہمارے وظیفے کھا کھا کے۔ یہ طبیب بنے سلسلہ سے وظیفے لے لے کر۔ اور اب اِن کو یہ جرأت پیدا ہوگئی کہ کہدیا کہ "حضرت مولانا" نے مسند احمد حنبلؒ کی تبویب کی ہے۔ حالانکہ مسند احمد حنبلؒ کی تبویب کا کچھ حصّہ حضرت خلیفہ اولؓ نے کیا ہوا تھا۔ وہ فہرست لائبریری سے مولوی عبدالمنان نے عاریتًہ لی اور واپس نہ کی اور اس کے اوپر کتاب لکھی اور وہ بھی جامعہ احمدیہ کے پروفیسروں اور طالبعلموں کی مدد سے اور پھر اس کے بعد کہہ دیا کہ یہ عظیم الشان کام میں نے کیا ہے۔ جب یہ ہوا تو ہمارے مولویوں کو غیرت پیدا ہوئی اور انہوں نے مجھے کہا کہ اس کتاب کو چھوڑیں ہم لکھ دیں گے۔ میں نے کہا بشرطیکہ جلسہ سے پہلے لکھ دو۔ چنانچہ بارہ دن ہوئے وہ مجھے اطلاع دے چکے ہیں۔ کہ مسند احمد حنبل کی تبویب اس سے زیادہ مکمل جس کا دعوٰے مولوی عبدالمنان کرتے ہیں ہم تیار کر چکے ہیں اور اس لئے گو اس کی چھپوائی پر بڑی رقم خرچ ہوگی مگر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کو جزو جزو کر کے شائع کر دیا جائے۔ تاکہ پہلے اجزاء

کی قیمت سے اس کے آخری اجزاء چھاپے جا سکیں۔ اور حضرت خلیفہ اولؓ کی خواہش پوری ہو جائے۔ خود میں نے بھی اسکے متعلق ۱۹۴۴ء میں ایک تقریر کی ہوئی ہے اور تبویب کے متعلق بعض باتیں بیان کی ہوئی ہیں۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ ان کو بھی تبویب میں مدنظر رکھا جائے" تاکہ وہ بہت زیادہ مفید ہو سکے۔ اس بیماری کے بعد کئی باتیں مجھے اب تک پرانے زمانہ کی بھی یاد ہیں مگر کئی باتیں قریب کی بھولی ہوئی ہیں۔ مجھے بالکل یاد نہیں تھا کہ ۱۹۴۴ء میں میں نے مسند احمد حنبلؒ پڑھ کے اس کے متعلق تقریر کی ہوئی ہے کہ اس میں ان ان اصلاحوں کی ضرورت ہے۔ اب ایک مبلغ آیا اور کہنے لگا۔ کہ آپ کی تو اس پر بڑی اعلیٰ درجہ کی ایک تقریر ہے جو "الفضل" میں چھپ چکی ہے۔ چنانچہ اس نے وہ تقریر سنائی۔ پھر مجھے یاد آیا کہ میں نے اس کتاب کو خوب اچھی طرح غور سے پڑھا ہوا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں شیطان کا حملہ

حضرت آدمؑ کے بعد پھر نئے دورِ رُوحانی کے آدم حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن سے آگے اسحاق اور اسمٰعیلی دور چلنا تھا۔ اسحاقؑ کی نسل سے موسوی سلسلہ کی بنیاد پڑنی تھی اور اسمٰعیلؑ کی نسل سے محمدی سلسلہ کی بنیاد پڑنی تھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی پھر وہی آدمؑ والی حکایت دوہرائی گئی۔ چنانچہ شیطان نے پھر ایک نئے حملہ کی تجویز کی۔

یہودی کتب میں لکھا ہے اور اشارۃً قرآن کریم میں بھی اسکا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد فوت ہو گئے اور اُن کے چچا جو ایک بُت خانہ کے مجاور تھے اُن کے متولّی بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ نے بچپن سے ہی توحید پر قائم کر دیا تھا جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن سے ہی توحید پر قائم کر دیا تھا۔ جب انہوں نے بُتوں کی مخالفت شروع کی تو چچا کے بیٹوں نے اپنے باپ کے پاس اُن کی شکایت کر دی اور لوگوں کو بھی یہ بتایا کہ یہ لڑکا بُتوں کی حقارت کرتا ہے۔ چنانچہ لوگ جوق در جوق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بحث کے لئے آنے شروع ہوئے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُنکو شرمندہ کرنے کے لئے اُن کے بعض بُتوں کو توڑ دیا۔ تو انہوں نے اِس حسد کی بنا پر جس کی وجہ سے ابلیس نے آدم کا مقابلہ کیا تھا پبلک میں شور مچا دیا کہ ابراہیمؑ کو لاؤ اور اُس کو آگ میں جلا دو۔ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اپنا ملک چھوڑنا پڑا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے، یہ ہجرت اُن کو مہنگی نہیں پڑی بلکہ مفید پڑی۔ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہجرت اُن کو مہنگی نہیں پڑی بلکہ مفید پڑی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ہجرت کے بعد کنعان اور حجاز کا ملک بخشا گیا ۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے نکالے جانے کے بعد پہلے مدینہ اور پھر ساری دنیا ملی ۔ پس ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ بھی وہی رقابت کی رُوح تھی جو کہ آدمؑ کی مخالفت کی وجہ تھی ۔ اور جو رقابت کہ خلافتِ احمدیہ کی مخالفت کی وجہ بنی ۔ بظاہر اِسے دینی سوال بنا دیا گیا ہے ۔ لیکن اس کا باعث درحقیقت رقابت اور بُغض تھا ۔ اور یہ واقعہ اسی طرح کا ہے جس طرح ابلیس نے حوّا سے کہا تھا کہ اگر تم شجرۂ ممنوعہ کو چکھو گے تو تمہارے تقوٰی کی رُوح بڑی بلند ہو جائیگی اور " تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے ۔" (پیدائش ۳/۵) لیکن حقیقتًا اس کی غرض یہ تھی کہ آدم اور حوّا کو جنّت سے نکالا جائے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں اس رقابت نے دوسری دفعہ جو صورت اختیار کی وہ مندرجہ ذیل ہے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آخری عمر میں جب اُنکا پلوٹھا بیٹا اسمٰعیل ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوا اور اس کے بعد ان کی پہلی بیوی سارہ کے بطن سے اسحٰق پیدا ہوا تو سارہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماموں کی بیٹی تھیں ۔ اُنکو خیال تھا

کہ میں خاندانی ہوں اور ہاجرہ باہر کی ہے۔ اس لئے وہ اپنا درجہ بڑا سمجھتی تھیں۔ اتفاقاً حضرت اسمٰعیلؑ جو بچے تھے حضرت اسحاقؑ کی کسی حرکت یا کسی اور وجہ سے قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ سارہ نے سمجھا کہ اس نے میری اور میرے بچّہ کی حقارت کی ہے اور قہقہہ مارا ہے۔ شاید یہ بھی خیال کیا کہ یہ اس بات پر خوش ہے کہ یہ بڑا بیٹا ہے اور یہ وارث ہوگا اور اسحاق وارث نہیں ہوگا۔ تب انہوں نے غصّہ میں آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ یہ لڑکا مجھ پر قہقہے مارتا ہے اس کو اور اس کی ماں کو گھر سے نکال دو۔ کیونکہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے بیٹے کے ساتھ یہ تیرا وارث ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تو اس بات کو بُرا منایا اور اس کام سے رُکے مگر خدا تعالیٰ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے ظاہر کرنا چاہتا تھا اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کی کہ جو کچھ تیری بیوی سارہ کہتی ہے وہی کر (پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۲)۔ چنانچہ خدا کے حکم کے ماتحت حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ کو وادیٔ حرم میں چھوڑ گئے۔ اور سارہ اور اسحاقؑ کے سپرد کنعان کا علاقہ کر دیا گیا۔ اور اسمٰعیلؑ کی نسل نے مکّہ میں بڑھنا شروع کیا۔ اور وہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھرانے میں پیدا ہوگئے۔ مگر یہ رقابت ختم نہیں ہوگئی۔

بلکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش پر ان کی ماں سے کہا تھا، اُسی طرح ہوُا کہ

" اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اُس کے خلاف ہونگے۔" (پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۲)

یعنی ایک زمانہ تک اسمٰعیلی نسل تھوڑی ہو گی اور اسحاق کی نسل زیادہ ہو گی۔ اور وہ سب کے سب مل کر اسمٰعیلی سلسلہ کی مخالفت کرینگے اور کوشش کریں گے کہ وہ کامیاب نہ ہوں۔

قرآن کریم میں اس کا ذکر یُوں آتا ہے :-

" وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ الخ (بقرہ ع ۱۳ آیت ۱۱۰)

یعنی اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ اسمٰعیلی نسل یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اُسے چھوڑ کر پھر کافر ہو جائیں۔ اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قصور کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اپنے دلوں سے پیدا شدہ بُغض کی وجہ سے ہے اور رقابت کی وجہ سے ہے۔ وہ سارہ اور ہاجرہ کی لڑائی کو دو ہزار سال تک لمبا لے جانا چاہتے ہیں۔

پھر علاوہ اِس آیت کے بعض اور آیتیں بھی ہیں جو اِس

مضمون پر دلالت کرتی ہیں - مثلاً سورہ آل عمران رکوع ۸ آیت ۷۲، ۷۳ میں فرماتا ہے :-

"وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾"

یعنی اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ جو لوگ محمد رسول اللہ پر ایمان لائے ہیں یعنی مسلمان ہوئے ہیں اُن پر جو کچھ نازل ہوُا ہے۔ اے یہودیو! اُس پر صبح کے وقت ایمان لے آیا کرو اور شام کے وقت پھر مرتد ہو جایا کرو۔ تاکہ تم کو دیکھ کر اور لوگ بھی مُرتد ہو جائیں (جیسے آجکل پیغام صلح شائع کر رہا ہے کہ دیکھو منّان وہّاب باہر آ گئے ہیں۔ اے ربوہ سے آزاد ہونے والو! بڑھو۔ بڑھو۔ ہمارا نظام تمہارے ساتھ ہے۔) یہی یہودی کہا کرتے تھے کہ، تم حقیقی طور پر امن اس کو دو جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔ تو کہہ کہ حقیقی ہدایت تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور وہ یہ ہے کہ کسی کو وہی کچھ دیا جائے جیسا کہ اے بنی اسرائیل تم کو دیا گیا ہے۔

جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ تم سے تمہارے
ربّ کے حضور میں بحث کریں گے پھر تو
اُن سے کہہ دے کہ فضلِ کامل تو اللہ تعالےٰ کے ہاتھ
میں ہے۔ اُس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا
فضلِ کامل دے دیا اسکو مل گیا۔ جب تمہارے نبیوں کو دے
رہا تھا تو اُن کو مل گیا۔ وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ
بہت وسعت والا اور بہت جاننے والا ہے۔
اسی طرح سورۂ نساء رکوع ۸ آیت ۵۴ میں آتا ہے۔

" اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ
وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۵۴

یعنی کیا یہ یہودی اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو
اپنے فضل سے کچھ حصہ دے دیا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا ہے تو
بگڑا کیا۔ پھر بھی تو آلِ ابراہیمؑ کو یعنی اسمٰعیلؑ کی اولاد ہی کو کتاب
اور حکمت بخشی گئی اور ان کو بہت بڑا ملک عطا فرمایا گیا۔ یعنی
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آلِ ابراہیمؑ میں سے ہیں
اور موسوی سلسلہ بھی آلِ ابراہیمؑ میں سے ہے۔ پس موسوی سلسلہ
کو جو کتاب ملی وہ بھی آلِ ابراہیمؑ کو ملی اور محمدؐ رسول اللہ کو جو

کتاب اور حکمت ملی وہ بھی آل ابراہیمؑ کو ملی۔ اور جو ملک موسیٰ کی قوم کو ملا وہ بھی آل ابراہیمؑ کو ملا اور جو ملک محمدؐ رسول اللہ کو ملیگا وہ بھی آلِ ابراہیمؑ کو ملے گا۔

اِن دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ شیطان نے جو نظامِ الٰہی کے خلاف رقابت کا مادہ بنو اسحاقؑ کے دل میں پیدا کیا تھا وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی زندگی تک ختم نہیں ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک لمبا ہوتا گیا۔ اور جس طرح پہلے اُس نے حضرت اسمٰعیلؑ کو اُن کی وراثت سے محروم کرنا چاہا تھا اِسی طرح دو ہزار سال بعد اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وراثت سے محروم کرنا چاہا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قریب آیا اور شیطان نے دیکھا کہ اب پُرانا حسد ختم ہو جائیگا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسمٰعیلؑ کے دشمنوں کو کچل ڈالیں گے اور ان پر غالب آجائیں گے تو اُس نے ایک نئے بُغض کی بنیاد ڈالی جو محمدؐ رسول اللہ کے بعد بھی فتنہ پیدا کرتا چلا جائے۔ چنانچہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا عبد منافؔ کے ایک بیٹے عبد الشمسؔ تھے۔ عبد منافؔ کے ایک اور چھوٹے بیٹے ہاشمؔ تھے۔ اور عبد الشمسؔ کا بیٹا امیّہؔ تھا۔ عبد منافؔ کے مرنے کے بعد قرعہ ڈالا گیا اور باوجود چھوٹا

ہونے کے ہاشم کو وارث قرار دیا گیا۔ اور مسافروں کو چاہ زمزم سے پانی پلانا اور حاجیوں کی خدمت کرنا جو سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا وہ اُسے دیا گیا۔ اسی طرح غیر حکومتوں کے پاس وفد بھجوانے کا جو کام تھا اور ان کی سرداری کرنے کا عہدہ بھی ان کے سپرد ہُوا۔ عبدالشمس کے بیٹے امیّہ کو یہ بات بُری لگی شیطان نے اُس کے دل میں ڈالا کہ یہ عہدہ ہاشم کے پاس کیوں جائے اور اُس نے قوم میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ہاشم کے کاموں کی نقل شروع کر دی۔ یعنی مسافروں کو زم زم سے پانی بھی پلاتا تھا اور بہت کچھ داد و دہش بھی کرتا تھا تاکہ عوام میں مقبول ہو جائے۔ قریش نے جب یہ بات دیکھی تو انہوں نے سمجھا کہ یہ خاندان آپس کے مقابلہ میں تباہ ہو جائیگا۔ اور یہ دیکھتے ہوئے کہ امیّہ ضدّی ہے انہوں نے ہاشم سے اصرار کیا کہ کوئی ثالث مقرر کر کے فیصلہ کروا لو۔ مگر اوّل تو ہاشم چونکہ امیّہ سے عمر میں بڑے تھے اور ریاست کا حق ان کو مل چکا تھا انہوں نے انکار کر دیا۔ کہ مَیں فیصلۂ ثالثی نہیں کراتا۔ مگر آخر ساری قوم نے خاندان کو تباہی سے بچانے کے لئے امیّہ اور ہاشم پر ثالثی کے لئے زور دیا۔ آخر ہاشم بھی مان گئے اور امیّہ بھی مان گئے۔ اور امیّہ نے خزاعہ قبیلہ کے ایک کاہن کو ثالث تجویز کیا۔ ہاشم نے بھی اُسے مان لیا۔ اس کاہن کے پاس

جب فیصلہ گیا۔ تو اُس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا۔ اور فیصلہ کے مطابق امیّہ کو مکّہ سے دس سال کی جلاوطنی قبول کرنی پڑی۔ اور وہ شام چلے گئے۔ اس تاریخ سے بنو ہاشم اور بنو امیّہ میں حاسدانہ لڑائی شروع ہوگئی (تاریخ الکامل جلد ۲ صـ۷)

محاضرات میں شیخ محمد خضری ؒ بھی اس رقابت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ہاشم اور اس کے بھتیجے اُمیّہ کے درمیان مفاخرت اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ کیونکہ ہاشم مال کی وجہ سے اور قومی ضروریات کو پورا کرنے کی وجہ سے قوم کا سردار تھا اور امیّہ مال اور اولاد والا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے چچا سے مفاخرت اور مقابلہ کرتا تھا اور اس وجہ سے دونوں خاندانوں اور ان کی اولادوں میں رقابت رہی۔ یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوگیا۔"

(محاضرات جلد اوّل للشیخ محمد خُضری صـ۳۷)

دائرۃ المعارف یعنی عربی انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ بنو امیّہ اور بنو قریش پہلے ایک ہی قبیلہ کے افراد تھے اور سب اپنے آپ کو عبد مناف کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن بنو امیّہ کا خاندان بڑا تھا اور اُن کے پاس مال زیادہ تھا۔ اس لیے باوجود اس کے کہ بنو ہاشم کے پاس سرداری تھی وہ ان سے

ہر بات میں بڑھنے کی کوشش کرتا اور مقابلہ کرتا رہتا تھا۔ اسی طرح اُن کی اولاد میں بھی رقابت چلتی گئی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائیوں میں بھی اس لئے کہ آپ ہاشم کی اولاد تھے عام طور پر ابوسفیان جو عبدالشمس کی اولاد میں سے تھا سردار ہو کر آیا کرتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو بنو امیّہ شکست کھا گئے۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد اس فتنہ نے سر اٹھانا شروع کیا اور شیطان نے اپنا ہتھیار اور لوگوں کو چن لیا چنانچہ جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو معاویہ بن ابوسفیان نے جو بنو امیّہ میں سے تھے آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کیا۔ (دائرۃ المعارف جلد اوّل ص۶۲۲)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیطان کا حربہ

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی شیطان نے وہی حربہ نظامِ حقّہ کے خلاف استعمال کیا جو اوّل دن سے وہ نظامِ حقّہ کے خلاف استعمال کرتا رہا ہے یعنی حسد اور بُغض اور لالچ کا۔ درمیان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے یہ حربہ زیادہ کامیاب نہ ہُوا مگر حضرت علیؓ کے زمانہ میں یہ حربہ پھر زور پکڑ گیا اور آج تک شیعہ سُنّی کی شکل میں یہ جھگڑا چل رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں شیطانی حربہ کی صورت

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں پھر شیطان نے ایک اور رنگ میں اس کی بنیاد رکھی

آپ کی خلافت میں پہلا جھگڑا جو زیادہ شدّت سے ظاہر نہیں ہؤا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے وقت ہؤا۔ یہ جھگڑا بھی درحقیقت وہی ابلیس والے جھگڑے کی طرز پر تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک انجمن مقبرہ بہشتی کی بنائی تھی اور اُس میں حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کو صدر بنایا تھا۔ اور مولوی محمد علی صاحب اس کے سیکرٹری تھے۔ دوسرے ممبروں میں سے خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ تھے چھوٹے چھوٹے معاملات میں اختلاف ہوتا تو حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی رائے ایک طرف ہوتی اور مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی کی رائے دوسری طرف ہوتی۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی میں حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے خلاف بُغض پیدا ہو جاتا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے تو اس وقت کے حالات کی وجہ سے خواجہ کمال الدین صاحب بہت ڈر گئے اور لاہور میں جہاں وفات ہوئی تھی مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا اور خواجہ صاحب نے

ڈر کر مان لیا۔ جب قادیان پہنچے تو خواجہ صاحب نے سوچا کہ حضرت خلیفۂ اوّلؓ ضرور خلیفہ بنیں گے اور اپنی ہوشیاری کی وجہ سے خیال کیا کہ اگر ان کی خلافت کا مسئلہ ہماری طرف سے پیش ہو تو ان پر ہمارا اثر رہے گا اور وہ ہماری بات مانتے رہیں گے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی خلافت کے متعلّق ایک اعلان شائع کیا اور اس میں لکھا کہ الوصیّۃ کے مطابق ایک خلیفہ ہونا چاہیئے اور ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مستحق اس کے حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب ہیں۔ اِس اعلان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیّۃ کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعودؑ باجازت حضرت ام المومنینؓ کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اُس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔"

(بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

(مَیں نے بھی اسی قانون کے مطابق نیا نظام بنایا ہے۔ صرف

تحریک کے وکلاء کو زائد کر دیا ہے۔ کیونکہ اب جماعت احمدیہ کے باہر پھیل جانے کی وجہ سے اس کا مرکزی نظام دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا ہے)

اس اشتہار سے پہلے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی بیعت کے وقت مولوی محمد علی صاحب نے اختلاف کا اظہار کیا۔ جیسا کہ وہ خود اپنی کتاب "حقیقتِ اختلاف" میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش مبارک جب قادیان میں پہنچی تو

"باغ میں خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے جانشین حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ ہوں۔ مَیں نے کہا بالکل صحیح ہے اور حضرت مولوی صاحب ہی ہر طرح سے اس بات کے اہل ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ بھی تجویز ہوئی ہے۔ کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ مَیں نے کہا۔ اِس کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہونگے انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیّة کا منشا ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ چونکہ وقت بڑا نازک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے۔ اور احمدیوں کے حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے کوئی ہرج بھی نہیں۔ تب مَیں نے بھی اِسے تسلیم کر لیا۔" (حقیقتِ اختلاف صفحہ ۲۹)

غرض خواجہ صاحب کے سمجھانے سے مولوی محمد علی صاحب حضرت خلیفہ اوّلؓ کی بیعت پر راضی ہو گئے۔ اور اس طرح خلافتِ اولیٰ کا قیام بغیر مخالفت کے ہو گیا۔ گو اس کے بعد اس فتنہ نے کئی اور صورتوں میں سر اٹھایا۔ مگر خلافتِ اولیٰ قائم ہو گئی اور ساری جماعت حضرت خلیفہ اولؓ کے ہاتھ پر جمع ہو گئی اَب شیطان نے دیکھا کہ جو نئے جھگڑے کی بنیاد مَیں نے ڈالی تھی وہ بھی ختم ہو رہی ہے تو اُس نے ایک نئی طرح ڈالی۔ یعنی مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی اور حضرت خلیفہ اولؓ کے خاندان کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خاندان سے بُغض پیدا کر دیا تاکہ یہ سلسلہ ابھی اور لمبا چلتا چلا جائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالا گروہ پھر دُنیا کو دین پر مقدم کرنیوالے گروہ کے ظلموں کا شکار ہو جائے۔

یہ بنیاد اِس طرح پڑی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السّلام نے یہ دیکھ کر کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاں پہلی بیوی کے بطن سے کوئی نرینہ اولاد نہیں، لدھیانہ کے ایک بزرگ صوفی احمد جان صاحب کی ایک لڑکی سے جو اُن کی موجودہ زندہ اولاد کی والدہ تھیں نکاح کروایا۔ اِس واقعہ کی وجہ سے چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ دوسری بیوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے خاندان سے زیادہ تعلّق رکھتیں جس طرح اُن کے بھائی پیر افتخار احمد صاحب مرحوم اور پیر منظور محمد صاحب مرحوم۔ قاعدہ

یسّرنا القرآن کے موجد حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور اُن کے خاندان سے والہانہ عشق رکھتے تھے مگر ایسا نہیں ہُوا۔ اِس بُغض کی بھی کچھ دنیوی وجوہات تھیں۔ اوّل یہ کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاں اس بیوی سے بھی دیر تک کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ اِس پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جن کو شوق تھا کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے ہاں نرینہ اولاد ہو جائے ۱۸۹۶ء میں جبکہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو آپ نے نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کو قرآن پڑھانے کے لئے مالیرکوٹلہ بھجوایا تھا مولوی صاحب کے متعلق نواب صاحب مرحوم کو ایک خط لکھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی مالیرکوٹلہ کی ایک سیّد خاندان کی لڑکی سے شادی کا انتظام کریں۔ گو یہ انتظام تو بعد میں رُک گیا۔ مگر ایک خار دل میں بیٹھ گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی دوسری بیوی پر ایک اور سوکن لانے کی کوشش کی ہے۔ دوسری وجہ اِس بغض کو بڑھانے کی ایک اَور پیدا ہوگئی اور وہ یہ تھی کہ میاں عبدالسّلام۔ عبدالوہاب اور عبدالمنان کی والدہ نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی فاخرہ نام کی پالی ہوئی تھی۔ اُدھر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنے وطن سے دُوری کی وجہ سے اپنی خالہ کے ایک بیٹے سیّد کبیر احمد کو تعلیم کے لئے قادیان بلایا ہُوا تھا۔ جب حضرت خلیفہ اوّلؓ مالیرکوٹلہ گئے تو حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ۔ اِس بچّے کو طبّ کی تعلیم دلوائی جائے
اور اُس کو بھی اُن کے ساتھ ہی تعلیم کے سِلسلہ میں مالیر کوٹلہ
بھیجدیا گیا۔ کبیر احمد کا بیان تھا کہ حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی دوسری
بیوی نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ فاخرہ کا اس سے بیاہ
کر دینگی۔ لیکن بعض ایسے حالات کی وجہ سے جن کا حقیقی علم صرف
اللہ تعالےٰ کو ہے سید کبیر احمد نے جو ہمارے خالہ زاد ماموں تھے
زہر کھاکر خودکشی کرلی اور سارے کوٹلہ اور دہلی میں یہ مشہور ہو گیا
کہ اِس خودکشی کی وجہ حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی دوسری بیوی تھیں۔
چنانچہ آج تک بھی کچھ لوگ جو نواب لوہارو کے خاندان کے یا
ہماری ننھیال کے زندہ ہیں یہی الزام لگاتے چلے آتے ہیں۔ کہ
کبیر احمد کو نعوذ باللہ من ذالک اپنے خاندان کی بدنامی کے ڈر
سے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے زہر دیکر مروا دیا تھا۔
حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ چونکہ وہ آپ سے طبّ پڑھتا تھا۔ اور
دوائیں اس کے قبضہ میں تھیں۔ اُس نے خود زہر نکال کر کھا لیا
تھا۔ مگر غلط فہمی ان لوگوں کے دماغ میں ایسی جاگزیں ہو گئی تھی
کہ میرے رشتہ کے ایک ماموں حافظ عبدالمجید صاحب سب
انسپکٹر پولیس جن کو محمد امین بھی کہتے تھے ۳۶ء یا ۳۷ء میں
مجھے ملنے کے لئے قادیان آئے اور باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ
ہمارے ایک بھائی کو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے۔ زہر دیکر

مروا دیا تھا۔ مَیں نے غصّہ سے اُن کو کہا کہ مَیں حضرت خلیفۂ اوّل رضؓ کے متعلق ایسی کوئی بات نہیں سُن سکتا۔ اِس پر وہ بھی غصّہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ مَیں بھی اپنے بھائی کے واقعہ کو بھول نہیں سکتا۔ اور چلے گئے۔

اِس واقعہ کو اَور اہمیت اِس طرح مِل گئی۔ کہ ہمارے ننھیال کا رشتہ نواب صاحب لوہارو سے تھا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اسوقت نواب صاحب مالیر کوٹلہ کم سن تھے اور گورنمنٹ نے اُنکا نگران نواب صاحب لوہارو کو مقرر کر کے بھیجا ہوُا تھا۔ جس وقت یہ کبیر کا واقعہ ہوُا اُس وقت نواب صاحب لوہارو کوٹلہ میں تھے۔ پہلے تو کسی کو پتہ نہیں تھا کہ یہ بھی اُن کے رشتہ دار ہیں۔ جس طرح نواب صاحب لوہارو مسمّی بہ فرّخ مرزا میرے ماموں تھے۔ وہ کبیر کے بھی ماموں تھے۔ مگر وہ چونکہ معمولی کمپونڈر اور طالب علم کی حیثیت میں گیا تھا پہلے تو پتہ نہ لگا۔ اس کے مرنے پر جب اُن کو پتہ لگا کہ ایک لڑکے نے خودکشی کی ہے اور وہ دلّی کا ہے تو انہوں نے کرید کی اور پتہ لگا کہ یہ تو میرا بھانجا ہے۔ وہ چونکہ حاکم تھے۔ انہوں نے فوراً کارروائی کی کہ اس کا پیٹ چاک کیا جائے اور زہر نکالا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ یہ زہر اتفاقی استعمال ہوُا ہے یا جان بُوجھ کر دیا گیا ہے۔ نواب محمد علی خاں صاحب جو نواب مالیر کوٹلہ کے جو اُس وقت بچہ تھے ماموں تھے۔

اور بعد میں میرے بہنوئی ہوئے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی بیٹی اُن سے بیاہی گئیں) اُن کو چونکہ قرآن پڑھانے کے لئے حضرت خلیفہؓ اولؓ گئے تھے اور ان کا ریاست میں رُسوخ تھا۔ اُنہوں نے فوراً کوشش کر کے راتوں رات کبیر کو دفن کرا دیا اور اِس طرح اس فتنہ کو دفع کیا۔ بیٹے کا مر جانا ماں کے لئے بڑے صدمہ کا موجب ہوتا ہے۔ مگر یہ بُغض اتنا لمبا ہو گیا کہ حضرت اُم المومنینؓ کی خالہ جو اکثر قادیان آتی رہتی تھیں اور قادیان میں بڑا لمبا عرصہ والدہ کے پاس رہتی تھیں اُنہوں نے ہم سے مِلنا جُلنا چھوڑ دیا۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۱ء میں ہم ایک دفعہ دِلّی گئے۔ تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ چونکہ اُنہیں اپنی خالہ سے بڑی محبت تھی وہ اپنی امّاں کی بھاوج کے ہاں ٹھہریں۔ اُن کو سارے "بھابی جان" "بھابی جان" کہتے تھے۔ اب اُن کے بچّے کراچی میں ہیں۔ اُنکے گھر میں ہی ہم جا کر ٹھہرتے تھے۔ اُسوقت بھی ان کے گھر میں ہی ٹھہرے۔ بلکہ اُن کا ایک لطیفہ بھی مشہور ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۱ء میں دِلّی گئے۔ تو آپ کے خلاف بڑا جلسہ ہوا اور شور پڑا۔ لوگوں نے کہا کہ اُس کو قتل کر دو۔ مولویوں نے وعظ کیا کہ جو اس کو قتل کر دیگا وہ جنتی ہو گا۔ ہماری وہ بھابی بڑی مخالف تھیں مگر آخر رشتہ دار تھیں۔ ایک دن اُن کی نوکر آئی اور آ کر کہنے لگی۔

بی بی دُعا کرو میرا بچّہ بچ جائے وہ صبح چھُری تیز کر رہا تھا۔ کوئی قادیان سے آیا ہے جو رسول اللہؐ کی ہتک کرتا ہے۔ اُسکو مارنے گیا ہے۔ وہ کہنے لگیں۔ کمبخت چُپ کر۔ وہ تو میری بھانجی کا خاوند ہے۔ مگر بہر حال اُن کے گھر میں خالہ بھی ٹھہری ہوئی تھیں۔ امّاں جان نے پُرانی محبت کی وجہ سے اُن سے خواہش کی کہ مجھے ملا دو۔ بھابی جان نے انکار کر دیا کہ وہ تو کہتی ہیں میں اُسکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ پھر ہماری ایک اور بہن تھی۔ اُن کی بیٹی بعد میں حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے بھائی سے بیاہی گئی تھیں۔ حضرت ام المومنینؓ نے اُن سے کہا۔ وہ چھوٹی بچّی تھیں۔ اُن کو تو ان باتوں کا پتہ نہیں تھا۔ انہوں نے پردہ اُٹھا کے کہا کہ وہ مصلّے پر بیٹھی دُعا کر رہی ہیں دیکھ لو۔ امّاں جان نے جا کر جھانکا۔ تو اسی وقت انہوں نے کھڑکی کھولی۔ اور ہمسایہ میں چلی گئیں۔ اور وہاں سے ڈولی منگا کر کسی اور رشتہ دار کے پاس چلی گئیں۔ غرض اتنا اُن کے اندر بُغض تھا کہ انہوں نے ہم سے ملنا بالکل چھوڑ دیا۔ اُن کے رشتہ دار اب بھی کراچی میں ہیں۔ لاہور میں بھی لوہارو خاندان کے افراد ہیں۔ نوابزادہ اعتزاز الدین جو پاکستان میں انسپکٹر جنرل پولیس تھے۔ وہ بھی نواب لوہارو کے بیٹے تھے۔ اَور بیٹے بھی ہیں۔ بعض اُنکی اولاد میں سے فوج میں کرنیل ہیں۔ اُن کے ایک بھائی صمصام مرزا لاہور

ہیں ہیں۔ اِن لوگوں سے جب بھی بات کرو۔ وہ ہم پر ہنستے ہیں کہ تم بیوقوف ہو۔ مولوی صاحب نے اسے مروا دیا تھا۔ تم بیوقوفی میں یونہی اپنے مذہبی عقیدہ کے ماتحت سمجھتے ہو کہ نہیں مروایا تھا۔ آپ مرگیا تھا۔ اس نے خودکشی کوئی نہیں کی اس کو مروا دیا گیا تھا۔ غرض یہ واقعہ حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے خاندان کے دلوں میں بُغض کو بڑھانے کا ایک دوسرا سبب بن گیا۔

حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی وفات پر اختلاف کی وجہ

اس کے بعد حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی وفات پر خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کا وقت آیا۔ تو مولوی محمد علی صاحب کے اختلاف کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اقتدار اُن کے ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اُن کی پہلی بیوی مرحومہ جو نہایت ہی نیک عورت تھیں (میرا یہ مطلب نہیں کہ انکی موجودہ بیوی نیک نہیں ہے مگر وہ پہلی بیوی میری بہن بنی ہوئی تھیں اور اُن کو مَیں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ اس لئے مَیں نے اُن کے متعلق اپنی رائے بیان کردی ہے۔ وہ مجھ سے بہت ہی محبت کرتی تھیں۔ فاطمہ بیگم اُن کا نام تھا۔ مولوی محمد علی صاحب کی جب شادی ہوئی مَیں بہت چھوٹا سا تھا۔ دس سال کا ہونگا کہ وہ آتے ہی میری بہن بن گئیں۔ ہمیشہ میرا سر دیکھنا۔ جوئیں نکالنی بہت ہی محبت کرتی تھیں اور کہتیں یہ میرا بھائی ہے۔ اور مَیں

انہیں بہن کہا کرتا تھا۔) وہ نومبر ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئیں۔ مجھے اُس وقت کسی کام کے لئے حضرت خلیفۂ اوّلؓ نے باہر بھیجا ہُوا تھا۔ مَیں جب واپس آیا تو مجھے مرحومہ کی وفات کا علم ہُوا مَیں نے اُسی وقت ایک ہمدردی سے پُر خط مولوی محمد علی صاحب کو لکھا۔ مولوی محمد علی صاحب نے اس کے جواب میں مجھے لکھا کہ آپ کے خط کا تو مَیں ممنون ہوں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ حضرت ام المومنین میری بیوی کی لاش دیکھنے نہیں آئیں (حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش دیکھنے کے لئے عورتوں کو باہر جانے سے منع کیا ہُوا ہے) یہ صدمہ ایسا ہے کہ مَیں زندگی بھر اسے نہیں بھُول سکتا۔ یہ گویا دوسری بنیاد مولوی محمد علی صاحب کے دل میں شیطان نے رکھ دی کہ اب زندگی بھر مخالفت کرتے رہو۔ بلکہ اس واقعہ کا اجمالی ذکر مولوی محمد علی صاحب نے خود ریویو آف ریلیجنز میں بھی کیا ہے۔ اور یہ الفاظ لکھے ہیں کہ

"اگر کسی نے میرا محسن ہونے کے باوجود بجائے اظہارِ غم و ہمدردی کے کسی گذشتہ رنج کا اظہار اِس وفات کے وقت کیا تو یہ شاید میرے لئے سبق تھا کہ دُنیا کے کسی گھر کو اپنا گھر سمجھنا غلطی ہے۔"

(ریویو آف ریلیجنز دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴۸۰)

گویا خود اُن کی اپنی تحریر بھی اِس بارہ میں موجود ہے۔

غرض مولوی محمد علی صاحب نے اِس صدمہ کے نتیجہ میں بُغض کو انتہا تک پہنچا دیا اور جیسے انہوں نے کہا تھا کہ مَیں مرنے تک یہ صدمہ نہیں بھُول سکتا مرنے تک اس واقعہ کو یاد رکھا اور خاندانِ مسیح موعودؑ کا بُغض اپنے دل سے نہیں نکالا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ اوّل رضؓ کی وفات پر خلافتِ ثانیہ کے انتخاب پر بھی اُنہوں نے بغاوت کی اور اس طرح بُغض و حسد کے لمبا کرنے کا سِلسلہ انہوں نے جاری کر دیا تا کہ آدمؑ کے زمانہ کا بُغض جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک آیا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا بُغض جو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک آیا تھا اور آپ کے دادا ہاشم بن عبد مناف کے زمانہ کا بُغض جو پہلے ابوسفیان اموی کے زمانہ تک آیا تھا اور پھر یزید بن معاویہ اور امام حسینؓ کے زمانہ تک آیا تھا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ تک بھی ممتد ہو جائے۔ غضب یہ ہُوا کہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی مشہور مؤرخ جو پہلے مبائعین میں تھے اور پھر بھاگ کر لاہور آگئے تھے، انہوں نے مضمون لکھا کہ ارائیں قوم جس میں سے مولوی محمد علی صاحب تھے بنو امیہ

میں سے ہے (پیغام صلح ۱۷ر دسمبر ۱۴ء ص ۲) گویا انہوں نے کہا کہ وہ بنو امیہ کا بغض پھر بنو محمدؐ سے جاری ہونا چاہیئے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند تھے ـــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے خاندان کے متعلّق فرمایا ہے کہ

"سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ" (جامع الصغیر للسیوطی بحوالہ طبرانی و مستدرک حاکم)

کہ سلمان فارسیؓ جن کے خاندان سے بلحاظ فارسی الاصل ہونیکے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندان ملتا ہے ہمارے خاندان میں سے ہیں۔ گویا مسیح موعودؑ نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند تھے۔ بلکہ اس حدیث کے ماتحت ایک رنگ میں آپؐ کے جسمانی فرزند بھی تھے۔ تو پیغامِ صلح میں اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے مضمون شائع کیا کہ مولوی محمد علی صاحب بنو امیہ میں سے ہیں گویا بنو امیہ اور حضرت علیؓ کا جو بُغض تھا وہ اور لمبا ہو جائیگا ختم نہیں ہوگا۔

غرض انہوں نے ثابت کر دیا کہ بنو عبد مناف یعنی اولادِ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور بنو امیہ کی لڑائی کا سلسلہ ابھی جا رہی ہے۔ اور وہ احمدیوں میں بھی جاری رہے گا۔

اختلاف کو قائم رکھنے کیلئے غیر مبائعین کی ایک تدبیر

غیر مبائعین نے اس لڑائی کو نئی رُوح بخشنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ حضرت خلیفہؓ اوّلؓ کی بیوی اور اُن کے بچوں کو یہ کہنا شروع کیا کہ اگر حضرت خلیفہؓ اوّلؓ کا بیٹا عبدالحی مرحوم خلیفہ ہو جاتا تو ہم بیعت کر لیتے۔ چنانچہ ہم اِس کے ثبوت میں مولوی عبدالوہاب صاحب کا ہی ایک مضمون پیش کرتے ہیں۔ اب وہ جتنا چاہیں جھوٹ بول لیں۔ مگر یہ اُن کا مضمون چھپا ہوا ہے۔ انہوں نے ۱۹۳۷ء میں غیر مبایعین کے بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے الفضل میں لکھا کہ

"مولوی عبدالباقی صاحب بہاری ایم۔ اے نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں خلافت کے چند دشمن حضرت مولوی عبدالحی صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ خلیفہ بن جاتے تو ہم آپ کی اطاعت کرتے مولوی عبدالحی صاحب نے باوجود بچپن کے ان کو جو جواب دیا وہ اس قابل ہے کہ سلسلہ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ یا تو آپ کو آپ کے نفس دھوکہ دے رہے ہیں، یا"

آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر مَیں خلیفہ بنتا تب بھی آپ میری اطاعت نہ کرتے اطاعت کرنا آسان کام نہیں۔ مَیں اب بھی تمہیں حکم دوں تو تم ہرگز نہ مانو۔ اِس پر اُن میں سے ایک نے کہا کہ آپ ہمیں حکم دیں پھر دیکھیں کہ ہم آپ کی فرمانبرداری کرتے ہیں یا نہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب نے کہا۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچّے ہو تو مَیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جاؤ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کر لو۔ یہ بات سُن کر وہ لوگ بغلیں جھانکنے لگے اور کہنے لگے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔"

(الفضل ۲۴ر اگست ۱۹۳۷ء)

اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ نے عبدالحی مرحوم کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی سے پیدا ہؤا تھا اس فتنہ سے بچا لیا۔ لیکن اُن کی والدہ اور ان کے چھوٹے بھائیوں کے دل میں یہ خار کھٹکتا رہا۔ چنانچہ جب مَیں نے امۃ الحی مرحومہ سے اس لئے شادی کی کہ حضرت خلیفۂ اوّل رضؓ کی رُوح خوش ہو جائے کیونکہ ایک دفعہ انہوں نے بڑے صاحب سے ذکر کیا تھا کہ میری بڑی خواہش تھی کہ میرا جسمانی رشتہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے

ہو جائے مگر وہ پوری نہیں ہوئی - جس پر میں نے آپ کی وفات کے بعد اور خلیفہ بننے کے بعد امۃ الحی مرحومہ سے شادی کی۔ تو پیغامیوں نے والدۂ عبدالوہاب اور والدۂ عبدالمنان کو یہ کہنا شروع کیا کہ یہ رشتہ مرزا محمود احمد نے اپنی خلافت کو مضبوط کرنے کے لئے کیا تھا - حالانکہ اگر میں پہلے کرتا تب تو یہ اعتراض ہوتا کہ خلافت لینے کے لئے کیا ہے - لیکن اوّل تو یہ سوال ہے کہ خلافت حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی تو نہیں تھی خلافت حضرت مسیح موعودؑ کی تھی - اگر باپ سے بیٹے کو حق پہنچتا ہے تو میں مسیح موعودؑ کا بیٹا تھا - پھر تو مولوی صاحب بھی خلیفہ نہیں رہتے، پھر تو خلیفہ مجھے ہونا چاہیئے تھا - دوسرے خلیفہ میں پہلے ہو چکا تھا رشتہ بعد میں ہوا - بہر حال عبدالحی مرحوم تو اس فتنہ میں نہ آیا جیسا کہ اس کی وفات کے موقعہ کے حالات سے ظاہر ہے جو میں نے ایک خط میں چوہدری فتح محمد صاحب کو لکھے تھے جو اس وقت انگلینڈ میں مبلّغ تھے اور جو خط انہوں نے مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ کو محفوظ رکھنے کے لئے دے دیا تھا اور اُن کے مرنے کے بعد اُن کے بیٹے لطف الرحمٰن نے مجھے اُن کے کاغذات میں سے نکال کر بھیج دیا -

وہ خط یہ ہے :-

برادرم مکرم چوہدری صاحب! السلام علیکم

پہلے خط کے بعد پھر قریبًا تین ہفتہ سے خط نہ لکھ سکا جسکا باعث ترجمۂ قرآن کا کام ہے۔ مولوی شیر علی صاحب کو کہا ہوا ہے کہ ہر ہفتہ خط جانا چاہیئے نہ معلوم جاتا ہے یا نہیں۔

پچھلے ہفتہ ایک سخت حادثہ ہو گیا۔ اور وہ بھی خط لکھنے میں روک رہا۔ عزیز میاں عبدالحی کو دو ہفتہ بخار رہا اور گو سخت تھا لیکن حالت مایوسی کی نہ تھی۔ مگر پچھلی جمعرات کو یکلخت حالت بگڑ گئی اور ایک رات اور کچھ حصہ دن کا بے ہوش رہ کر عصر کے قریب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون (اس وقت ایک ڈاکٹر ہیرالال صاحب کو میں نے لاہور سے بلایا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ ان کو ٹائیفائڈ تھا مگر بیماری کی وقت پر تشخیص نہیں کی گئی اور اب مرض آخری مرحلہ پر پہنچ چکا ہے)

قریبًا اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور اب کے ففتھ ہائی کا امتحان دینا تھا۔ سال ڈیڑھ سال سے شبانہ روز جسم و علم میں ترقی تھی اور اب خاصہ جوان آدمی معلوم ہوتے تھے۔ ذہن نہایت تیز اور رسا تھا

مگر منشاء الہیٰ کے مقابلہ میں انسان کا کچھ بس نہیں چل سکتا اور اُس کے ہر ایک فعل میں حکمت ہوتی ہے اور جیسا کہ مجھے ان کی وفات کے بعد معلوم ہوا یہ واقعہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی حکمتوں کے ماتحت تھا۔ ورنہ کئی فتنوں کا اندیشہ تھا۔ مرحوم بوجہ کم سن ہونے کے بہت سے فتنہ پردازوں کے دھوکے میں آجاتا تھا۔ میں آخری دنوں میں اپنے گھر میں ہی انہیں لے آیا تھا (ان کی بہن امۃ الحی مرحومہ کی خواہش سے) اور حیران تھا کہ وہ ہر وقت والدہ صاحبہ اور میرے پاس بیٹھے رہنے پر مصر تھا (یہ نظارہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ امۃ الحی مرحومہ کے دالان میں ہی رہتے تھے میں آخر کام کرنیوالا آدمی تھا۔ ہر وقت قرآن کریم کی تفسیر کا کام اور دوسرا کام ہوتا تھا۔ جب میں نیچے جاتا تو آدمی آتا کہ عبدالحی بلاتا ہے۔ اور کہتا۔ آپ بیٹھیں حضرت ام المومنین بیٹھیں۔ میری اماں کو یہاں سے اُٹھا دیں۔ میری جان نہیں نکلیگی۔ میری جان تکلیف سے نکلیگی۔ میری ماں کو یہاں سے ہٹا دیں۔ غرض وہ ہر وقت والدہ صاحبہ اور میرے پاس بیٹھے رہنے پر مصر تھا) اور بار بار کہتا تھا کہ آپ میرے پاس بیٹھے رہیں۔ مجھے اس سے تسلی ہوتی ہے۔

اور اس کے برخلاف اگر اپنی والدہ پاس آتیں تو ان کو ہٹا دیتا تھا اور اصرار کرتا تھا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وفات سے پہلے اُس کے دل کے دروازے اللہ تعالیٰ نے کھول دیئے تھے اور ایک پاک دل کے ساتھ وہ اللہ تعالےٰ سے جا ملا۔ مجھے اس سے ایسی محبت تھی جیسے ایک سگے بھائی سے ہونی چاہیئے اور اسکا باعث نہ صرف حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کا اس سے محبت رکھنا تھا بلکہ یہ بھی وجہ تھی کہ اُسے خود بھی مجھ سے محبت تھی۔ بوجہ ناتجربہ کاری کے بعض متفنی لوگوں کے فریب میں آجانا بالکل اور بات ہے اللہ تعالےٰ نے حضرت مولوی صاحب کے باقی بچوں کو نیک اور پاک عمر عطا فرمائے اور جس طرح آپ کا وجود نافع الناس تھا آپ کی اولاد بھی دعائم الملۃ ہو۔ اللّٰہم آمین (لیکن میری اس دُعا کو انہوں نے ضائع کر دیا ہے اور خود اپنے لئے تباہی کا بیج بو دیا ہے)

خاکسار مرزا محمود احمد

غرض عبدالحی مرحوم کو اللہ تعالےٰ نے اس فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔ مگر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے باقی لڑکوں کے دلوں میں یہ خیال کھٹکتا چلا گیا کہ خلافت ہمارا حق

تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اس کو چھین لیا ہے اور یہ حق پھر ہم کو واپس لینا چاہیئے۔ چنانچہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جو قریباً اتنے ہی پرانے احمدی ہیں جتنے پرانے حضرت خلیفۂ اوّل رضؓ تھے۔ غالباً اُن کے دو تین سال بعد آئے۔ اور پھر انہوں نے سلسلہ کی خدمت میں بڑا روپیہ خرچ کیا ہے۔ ان کی شہادت ہے کہ

"۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیغامیوں نے قادیان میں ریشہ دوانیوں کا مرکز حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے گھر کو بنایا۔ مختلف اوقات میں لاہور سے جاسوس آتے رہے اور اکابر بھی اور سازش یہ کی گئی کہ اس خاندان میں ایک برائے نام خلیفے کا انتظام کیا جائے۔ جسے کچھ عرصہ بعد ٹرکی خلافت کی طرح معزول کر دیا جائے۔ کیونکہ ان کا تجربہ بتاتا تھا کہ اِس خاندان کے افراد اس قسم کے سنہری خواب دیکھ رہے ہیں۔"

خود مجھے بھی یاد ہے کہ ایک دفعہ اپنے بچوں کو لے کر حضرت خلیفۂ اولؓ کی بیوی جو میری ساس تھیں میرے پاس آئیں اور بیٹھ کے کہنے لگیں۔ کہ ہماری یہاں کوئی قدر نہیں پیغامی میرے پاس آتے ہیں۔ بڑے روپے دیتے ہیں

تحفے لاتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں لاہور آ جاؤ ہم بڑی قدر کرینگے
مَیں نے کہا بڑی خوشی سے جایئے ۔ آپ کو یہ خیال ہو گا کہ
شاید آپ کی وجہ سے مجھے خلافت ملی ہے ۔ مجھے پرواہ نہیں
آپ چلے جایئے اور اپنی بھڑاس نکالیئے ۔ پھر جا کر آپ کو
تھوڑے دنوں میں ہی پتہ لگ جائیگا کہ جو کچھ سلسلہ آپ کی
مدد کرتا ہے وہ اس کا دسواں حصہ بھی مدد نہیں کریں گے ۔
چنانچہ وہ پھر نہ گئیں ۔ گو درمیان میں جماعت کی وفاداری
کی وجہ سے اُن کا یہ خیال دبتا رہا ۔ مگر پھر بھی یہ چنگاری
سلگتی رہی ۔ چنانچہ

(۱۹) ۱۹۱۸ء میں دارِ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ میں مجھے زہر دینے
کا منصوبہ کیا گیا ۔ اس کے متعلق برکت علی صاحب لائق
لدھیانوی جو خود اُن کے ہم وطن ہیں ۔ اور جن کے شاگرد
اس وقت پاکستان میں بڑے بڑے عہدوں پر ہیں اور اب
بھی مجھے خط لکھتے رہتے ہیں کہ ہمارے اُستاد بڑے نیک
تھے اُن کا پتہ بتائیں ۔ اُن کی شہادت ہے کہ ۱۸ء میں

"لاہور کے بعض معاندین نے حضرت اقدس
کو زہر دینے کی سازش کی ۔ اس طریق پر کہ اماں جی مرحومہ
کے گھر میں حضور کی دعوت کی جائے اور دعوت کا
اہتمام لاہوری معاندین کے ہاتھ میں ہو ۔ مگر ایک

بچّے نے جو اُن کی سرگوشیاں سُن رہا تھا ساری سکیم فاش کر دی۔"

گواہی فضل محمد خان صاحب شملوی

۱۹-۱۹۱۸ء میں جیسا کہ میاں فضل محمد خان صاحب شملوی کی گواہی سے ظاہر ہے۔ میاں عبدالسلام صاحب مولوی محمد علی صاحب سے شملہ میں ملے اور اُن سے نذرانہ وصول کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"۱۹۱۵ء کے قریب یا دو تین سال بعد میاں عبدالسلام صاحب عمر جبکہ وہ صرف ساتویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب کے ساتھ جبکہ وہ گرمی کی چھٹیوں میں تفریح کے لئے ٹوٹی کنڈی میں آکر ٹھہرے۔ اس دوران میں مولوی عبدالسلام صاحب غیر مبائعین سے بھی بلا تکلّف مِل لیتے تھے۔ مجھے یہ بہت بُرا معلوم ہوتا تھا۔ میرے دل میں صاحبزادہ ہونے کے سبب سے جو احترام تھا کم ہو گیا۔ پھر اسی عید کے موقعہ پر مجھے یاد نہیں کہ بڑی تھی یا چھوٹی میاں عبدالسلام صاحب مولوی محمد علی صاحب سے عید کا نذرانہ لے آئے۔ اور ان کی گود میں بیٹھ آئے۔ جب اس روئیداد کا علم ہوا تو خان صاحب

برکت علی صاحب نے جو اُس وقت جماعت کے سکرٹری تھے اُن کو تنبیہہ کی کہ وہ مخالفین کے پاس کیوں گئے۔ ایسا نہ چاہیئے تھا۔ تو مولوی عبدالسلام صاحب بجائے نصیحت حاصل کرنے کے بہت بگڑے اور کہا کہ آپ کو ہمارے کسی قسم کے تعلّقات پر گرفت کرنے کا حق نہیں (یعنی ہم چاہے احراریوں سے ملیں۔ چاہے پیغامیوں سے ملیں۔ تم کون ہوتے ہو جو ہمیں روکو) مولوی عمرالدین صاحب بڑی تجّسس کے انسان تھے مولوی صاحب مولوی عبدالسلام صاحب کی بہت دِلجوئی کرتے۔ اِسی دوران میں مولوی عبدالسلام صاحب عمؔر نے مولوی عمرالدین سے کسی گفتگو کے دوران میں یہ کہا کہ مَیں نے خلیفۃ المسیح الثانی کے (نعوذ باللہ) قابلِ اعتراض دستی خطوط اُڑائے ہوئے ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں (اب اگر اس خاندان میں تخم دیانت باقی ہے تو وہ میرے خط شائع کرے۔ ورنہ مَیں کہتا ہوں کہ اگر اس خاندان کے افراد نے یہ بات کہی ہے تو لعنت اللہ علی الکاذبین) مولوی عمرالدین نے یہ بات ٹوٹی کنڈی کے دوستوں کو بتائی۔ مَیں اس بنا پر سخت رنجیدہ اور متنفّر ہوا۔ عمر بھر اگرچہ مولوی عبدالسلام صاحب بڑے تپاک سے ملتے

تھے اور معانقے سے ملتے تھے مگر میرے دل میں بڑی قبض محسوس ہوتی تھی۔ بعد میں یہ بھی افواہاً سنتا رہا کہ لاہوری جماعت حضرت خلیفۂ اوّل کے گھر والوں کو اپنے ساتھ ملانے کی جدو جہد کرتی رہتی ہے اور لاہوری لوگ مالی مدد سے تالیف کرتے رہتے ہیں۔ میری ساری ہی عمر ان سے متنفّر گذری ہے۔"

(الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۵۶ء)

۱۹۲۶ء میں میاں عبدالوہاب کی طرف سے مجھ پر عبدالحی مرحوم کو زہر دینے اور عیش پرستی کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اس بارہ میں ملک عزیز احمد صاحب رضاعی رشتہ دار حضرت خلیفۂ اوّلؓ و اتالیق میاں عبدالوہاب صاحب (جنکو انکی ماں نے اتالیق مقرر کیا تھا) کی گواہی ہے کہ

۲۶ء میں میاں عبدالوہاب نے حضور پر مندرجہ ذیل الزام لگائے:۔

۱۔ میاں عبدالحی کو زہر دے دی۔

۲۔ آپا امۃ الحی صاحبہ کی شادی سیاسی نوعیت سے کی گئی (یعنی خلیفہ بننے کے لئے۔ گویا خلیفہ پہلے بن گئے شادی بعد میں ہوئی۔)

۳۔ آپ معاذ اللہ عیش پرست ہیں۔ اور کہا۔ آپ

قادیان سے باہر رہتے ہیں آپ کو حالات کا کیا پتہ ہو۔"

اس کے علاوہ میری اپنی شہادت ہے کہ ۲۶-۲۷ء میں مباہلہ والے جب گند اچھال رہے تھے تو علی محمد اجمیری اور عبد الوہاب مل کر وہاں گئے۔ اور اُن کو ایک خط لکھ کر بھجوایا کہ آپ خلیفۂ ثانی کے متعلّق جو چاہیں لکھیں ہمارے خلاف کچھ نہ لکھیں۔ انہوں نے خط لکھ کر ایک لڑکے کو دے دیا کہ آپ تسلّی رکھیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اُس لڑکے نے جو مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا۔ وہ خط معہ جواب لا کر مجھے دیدیا مولوی علی محمد اجمیری نے مجھے لکھا ہے کہ وہ تو بے شک گئے تھے۔ مگر میاں عبدالوہاب اُس میں شامل نہ تھے۔ مگر میرا حافظہ اس کی تردید کرتا ہے۔ مدرسہ احمدیہ کے لڑکوں نے جو اُسوقت ہوشیاری سے مباہلہ والوں کے مکان کی نگرانی کرتے تھے مجھے بتایا کہ انہوں نے اِن دونوں کو ان کے مکان کے سامنے کھڑا دیکھا تھا۔ اور انہوں نے ایک خط زاہد کی طرف ایک لڑکے کے ہاتھ بھجوایا (زاہد مولوی عبدالکریم مباہلہ والے کا چھوٹا بھائی تھا) اور اس لڑکے نے مجھے لا کر دیدیا۔ اسی طرح اسکی تردید مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت سابق صوبہ پنجاب کے ایک لڑکے مرزا محمد طاہر کے خط سے بھی ہوتی ہے جو زاہد کے بھانجے ہیں۔ اور جس میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ

"میاں عبدالوہاب اور زاہد کے آپس میں "فتنہ مستریان" سے پہلے بڑے گہرے تعلقات تھے (میں بھی اس کا ذاتی گواہ ہوں - زاہد چونکہ چھوٹا ہوتا تھا ہمارے گھر میں آیا کرتا تھا - میری بیویاں اس سے پردہ نہیں کرتی تھیں - اس کی بہن بھی ہمارے گھر میں رہتی تھی - اسلئے مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ زاہد سے میاں عبدالوہاب کے بڑے گہرے تعلقات تھے - اور میاں عبدالوہاب اس سے اکثر ملتا رہتا تھا)

پھر مرزا محمد طاہر لکھتے ہیں کہ

" زاہد سے میاں عبدالوہاب نے حضور کے خلاف باتیں کی تھیں جس پر زاہد بھی حضور کے خلاف ہو گیا زاہد کو اب شکایت یہ تھی کہ جس آدمی نے پہلے حضور کے خلاف باتیں کی تھیں اور فتنہ کی اصل جڑھ تھی وہ تو حضرت خلیفہ اول رض کا لڑکا ہونے کی وجہ سے بچ گیا - اور وہ پھنس گیا -"

اسی طرح ڈاکٹر محمد منیر صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ امرتسر کی شہادت سے بھی ظاہر ہے کہ ۲۶-۲۷ء میں میاں عبدالمنان اور مولوی علی محمد اجمیری ان سازشوں میں شریک تھے - چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

ڈاکٹر محمد منیر صاحب کی شہادت

"غالباً ۲۷ء یا ۲۸ء میں جب مباہلہ والوں کا فتنہ زور پر تھا ایک دن اس سلسلہ میں مباہلہ والوں نے ایک اشتہار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہجو میں بڑی موٹی موٹی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ جس میں حضور کے اخلاق پر ذاتی حملے کئے ہوئے تھے۔ اس دن مولوی علی محمد صاحب اجمیری اور میاں عبدالمنان صاحب عمر اور میں (راقم) اکٹھے جا رہے تھے کہ بازار میں اس قسم کا ایک اشتہار ہمیں بھی ملا۔ میں تو اُسے پڑھ کر دم بخود ہو کر رہ گیا میرے ہاتھ سے یہ اشتہار مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے لے لیا اور میاں عبدالمنان صاحب اور مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے اس کو اکٹھا دیکھنا شروع کیا۔ لیکن جُوں جُوں وہ اشتہار کو پڑھتے جاتے تھے وہ ساتھ ساتھ عبارت پڑھتے اور ہنستے جاتے تھے مجھے اُن کا یہ فعل طبعاً بُرا معلوم ہوا کیونکہ اپنے کسی بھی عزیز اور قابلِ عزّت اور احترام بزرگ کے متعلّق ایسے گندے الفاظ پڑھ کر کوئی بھی شریف آدمی ہنسنے کی بجائے نفرت اور غصّہ کے جذبات کا اظہار کرتا

مجھ سے اُن کی یہ حرکت گوارا نہ ہوئی اور مَیں نے اُن سے
یہ اشتہار چھین لیا اور کہا کہ یہ ہنسی کا کونسا موقعہ ہے۔
اشتہار پڑھ کر ہمارے دل رنجیدہ ہیں - اور آپ کو ہنسی
آتی ہے۔جسپر وہ خاموش ہو گئے۔ ممکن ہے اُنکی ہنسی
اس اشتہار کے لکھنے والے کے متعلق حقارت کی ہنسی ہو۔
لیکن جو اثر اس وقت مجھ پر ہُوا وہ یہی تھا کہ مَیں نے اُنکی
ہنسی کو اِسقدر بُرا منایا کہ اُس کا اثر اب تک میری طبیعت
پر رہا اور محو نہیں ہُوا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا - اب
جبکہ موجودہ فتنہ منافقین کا اُٹھا ہے تو میرے اس
تاثر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ اُس وقت کی مولوی علی محمد
صاحب اجمیری اور میاں عبدالمنان صاحب کی ہنسی ایک
نفرت، بدگمانی اور حقارت کا بیج تھا حضرت خلیفۃ المسیح
الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات کے متعلق جو آج
ایک مکروہ اور بدنما درخت کی شکل بن کر جماعت کے
سامنے ظاہر ہو گیا ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون

خاکسار ڈاکٹر محمد منیر امرتسری

غرض جو بات مجھے یاد تھی اُس کی تصدیق ڈاکٹر محمد منیر صاحب
کی شہادت سے بھی ہو گئی - اور مرزا محمد طاہر صاحب ابن مرزا
عبدالحق صاحب کی شہادت سے بھی ہو گئی جو کہ زاہد کا بھانجا ہے۔

۱۹۲۹ء میں مولوی محمد اسمٰعیل غزنوی نبیرۂ حضرت خلیفۂ اوّلؓ اور بھانجا میاں عبدالوہاب و عبدالمنان نے (جسکی خط وکتابت عبدالمنان کے کاغذوں میں جنہیں وہ اورینٹل کمپنی میں جسکا وہ پریذیڈنٹ بنایا گیا تھا چھوڑ کر چلاگیا تھا مل گئی ہے) میاں عبدالسلام و عبدالوہاب سے مِلکر ایک میٹنگ کی اور اس میں بقول ایک معتبر شاہد کے خلافتِ ثانیہ کے خلاف جھوٹے الزام لگانے کی سکیم بنائی۔ مجھے وقت پر یہ خبر مل گئی۔ اور مَیں نے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور دردؔ صاحب مرحوم کو مقرر کیا کہ وہ مخبر کے ساتھ مل کر خفیہ طور پر انکی سکیم سُنیں۔ چنانچہ عرفانی صاحب کی شہادت ہے کہ ان لوگوں نے آپس میں باتیں کیں کہ جتنے مالی الزام خلیفۂ ثانی پر لگائے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی کارگر ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ ان کا کوئی ثبوت ملتا ہے اس لئے اب ان پر اخلاقی الزام لگانے چاہئیں۔

مخبر کا بیان ہے کہ اخلاقی الزام کی تشریح بھی انہوں نے کی تھی کہ مولوی عبدالسلام صاحب کی ایک بیوی جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی لڑکی تھیں اور اپنے والد کی طرف سے کبھی دفعہ دعا کے خط لے کر میرے پاس آیا کرتی تھیں اُن کو بھیجا جائے جب اُن کے لئے خلیفۂ ثانی دروازہ کھول دیں تو باقی پارٹی کمرہ میں گھس جائے اور شور مچا دے کہ ہم نے ان کو ایک غیر محرم عورت کے ساتھ دیکھا ہے اور تمام لوگوں کو کمرہ میں اکٹھا کر لیں۔

ہم اس مخبر کی روایت کی قطعی تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ایک راوی ہے ہاں صرف شیخ یعقوب علی صاحب کی گواہی کی تصدیق کر سکتے ہیں کیونکہ اس کے ایک وہ بھی راوی ہیں اور دوسرا راوی مخبر بھی ہے۔ اس پارٹی کے ممبر جن کی سازش شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے سُنی شیخ صاحب کے بیان کے مطابق میاں عبدالسلام صاحب۔ میاں عبدالوہاب صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی تھے۔

سنہ ۳۰ء میں میر محمد اسحاق صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ میاں منّان کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان کو گرانے کی کوشش کی جاتی ہے اور ہماری جائیداد کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

ابھی وہ ہزاروں آدمی زندہ ہے جو قادیان میں جانے والا ہے انہوں نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کا کچّا مکان دیکھا ہوا ہے۔ اسکے مقابلہ میں حضرت صاحب نے ہم کو ورثہ میں پانچ گاؤں اور قادیان کا شہر دیا تھا۔ گویا حضرت خلیفہ اوّلؓ کی جائیداد ہماری جائیداد کا بیس ہزارواں حصّہ بھی نہ تھی۔ اب کیا وہ بیس ہزارواں حصہ جائیداد بھی ہم نے کھانی تھی۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں چوہدری ابوالہاشم صاحب نے مجھے اپنی مرحومہ بیٹی کا جو مولوی عبدالسلام صاحب کی بیوی تھیں ایک خط بھجوایا جو بنگالی میں تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ خاندانِ حضرت خلیفہ اوّلؓ میں

ہر وقت خلافتِ ثانیہ سے بغاوت کی باتیں ہوتی رہتی ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ خط میرے پاس محفوظ نہیں رہا۔ شاید قادیان میں ہی رہ گیا ہے۔

ستمبر ۱۹۳۰ء میں پیغامیوں کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا کہ ناصر احمد کو ولیعہد مقرر کرنیکا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

(پیغام صلح ۳۰ ستمبر ۱۹۳۰ء)

۱۹۵۶ء کی مجلس مشاورت کے وقت بھی یہی بات میاں عبدالمنان نے کہی۔ چنانچہ چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ و امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ تحریر کرتے ہیں کہ

"گذشتہ مشاورت کے موقعہ پر مجھے میاں عبدالرحیم احمد کے مکان پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ شیخ بشیر احمد صاحب۔ ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب بھی وہیں مقیم تھے۔ میاں عبدالمنان اکثر اس مکان پر رہتے تھے اور ناشتہ اور کھانے کے وقت بھی وہیں ہوتے تھے۔ مَیں مشاورت کی مالی سب کمیٹی کا ممبر تھا اور میاں عبدالمنان بھی اس سب کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہوتے تھے۔ اس اجلاس میں مَیں اور مولوی عبدالمنان اکٹھے ہی گئے۔ رستہ میں میاں عبدالمنان نے کہا کہ لاکھوں کا بجٹ مالی سب کمیٹی کے سامنے رکھا ہی نہیں جاتا۔ اس کا حساب کتاب جماعت کے سامنے لایا

ہی نہیں جاتا۔ میری دریافت پر میاں عبدالمنان نے کہا کہ یہ جماعتی کاروبار یا تجارت کے متعلق ہے۔ مَیں اس پر چوکس ہُوا۔ مالی سب کمیٹی کا اجلاس آدھی رات کے قریب ختم ہُوا۔ اور واپس ہوئے۔ غالباً دوسرے دن دوپہر کے وقت میاں عبدالمنان نے پھر ایسی ہی گفتگو شروع کی اور کہا کہ باہر سے آنے والے لوگوں کو کیا معلوم کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ یہاں سخت پارٹی بازی ہے پھر مکرم میاں ناصر احمد صاحب کے متعلق ولیعہد کے لفظ کہے اور پھر کہا کہ وہ کوکین استعمال کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ قطعاً غلط ہے۔ اور وہ بضد رہا۔ میری طبیعت پر اس گفتگو کا یہ اثر تھا کہ مَیں نے محسوس کیا کہ یہاں قیام کرنے میں مَیں نے غلطی کی ہے اور میرا یہ احساس تھا کہ اگر کوئی دوست مجھے یہاں ملنے کے لئے بھی آئے اور تھوڑا وقت بھی ٹھہرے تو وہ بھی بُرا اثر قبول کریگا۔"

خاکسار محمد انور حسین $\frac{9}{56}$/۱۴

پھر محمد یوسف صاحب بی۔ ایس۔ سی سابق افسر کویت کی گواہی ہے کہ ۱۹۳۱ء میں مولوی عبدالوہاب عمر خلیفہ ثانی پر گندے الزامات لگاتے رہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"مَیں نے ۱۹۲۹ء میں بیعت کی تھی۔ اس کے

ایک دو سال بعد یا اسی دوران میں میرے والد صاحب مجھے مولوی ظفر اقبال صاحب (سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور) کے پاس لے گئے (جن کے والد احمدی تھے اور جو ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب جو لاہور کے مشہور سرجن ہیں اُنکے بڑے بھائی ہیں) اور انہیں کہا کہ میرا بیٹا احمدی ہو گیا ہے اِسے سمجھایا کریں۔ مَیں بہر حال والد صاحب کے کہنے پر مولوی ظفر اقبال صاحب سے ملتا رہا۔ انہوں نے سلسلہ کے متعلق کبھی کوئی بات نہیں کی البتہ ایک دفعہ مجھے کہنے لگے کہ بڑے مرزا صاحب تو یقیناً بڑے اچھے آدمی تھے۔ لیکن آپ کے موجودہ امام پر کئی گندے الزامات ہیں اور یہ کہ مَیں آپ کو اس کے ثبوت میں عینی شاہد دے سکتا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو وہ بات کہنے کا اسلام مجاز نہیں بناتا جس کے آپ عینی شاہد نہیں۔ جب آپ کی بات ہی اصول کے خلاف ہے تو عینی شاہد مہیّا کرنے کے لئے مطالبہ کرنا غلط ہے۔ یہ بات یہیں ختم ہو گئی۔

میرا ہمیشہ سے یہی تاثر رہا ہے کہ وہ عینی شاہد جس کا مولوی صاحب ذکر کرتے تھے میاں عبدالوہاب عمر تھے۔ مَیں حتمی طور پر یہ بات نہیں کہہ سکتا لیکن کئی باتوں اور حالات کی وجہ سے میرا تاثر یہی رہا ہے۔"

خاکسار محمد یوسف ۵۶/۱۱/۱۱

اسی کی تصدیق شیخ محمد اقبال صاحب مالک بوٹ ہاؤس کوئٹہ کی شہادت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ صاحب لکھتے ہیں:۔

شیخ محمد اقبال صاحب تاجر کوئٹہ کی شہادت

"چوہدری برکت علی مرحوم جو مکتبۂ اردو اور ماہنامہ "ادب لطیف" لاہور کے مالک تھے گرمیاں گذارنے اکثر کوئٹہ آتے رہتے تھے۔ ان کے ہمراہ ایک اور غیر احمدی دوست ہوا کرتے تھے جو محکمۂ تعلیم پنجاب سے تعلق رکھتے تھے یہ ہر دو اصحاب میرے ایک غیر احمدی نوجوان کے گھر اکثر آتے رہتے تھے جو محکمہ ریل میں آفیسر ہیں۔ وہیں میری اُن سے کبھی کبھار ملاقات ہوتی۔ چوہدری صاحب مرحوم سے مذہبی گفتگو کا سلسلہ اکثر چلا کرتا تھا۔ وہ مجلس احرار کے سرگرم رُکن تھے اور اُن کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ احراریوں کی سرگرمیوں میں باقاعدگی سے حصّہ لیتے اور ان کی بڑی مالی امداد بھی کرتے تھے۔ احمدیت کے خلاف گوناگوں تعصّب رکھتے۔ اُن کے لہجہ میں طنز کا پہلو نمایاں ہوتا اور بار بار کہتے کہ ہمیں کیا بتاتے ہو ہم تو آپ کی جماعت کے اندرون سے اچھی طرح واقف ہیں۔

غالباً ۱۹۴۳ء کی گرمیوں کا ذکر ہے کہ دوران گفتگو

میں حسب معمول چوہدری برکت علی نے متذکرہ بالا ہر دو غیر احمدی احباب کی موجودگی میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے طنزاً کہا کہ تم ابھی بچے ہو۔ تمہیں ابھی اپنی جماعت کے اندرون کا علم نہیں ہوا۔ تمہاری جماعت کے سرکردہ لوگ ہم سے پوشیدہ ملتے رہتے ہیں۔ اور اہل قادیان کے اندرونی حالات ہم کو بتاتے رہتے ہیں جس سے "مرزائیت کی سچائی" ہم پر خوب واضح ہو چکی ہے۔ میں نے ان سے کہا اگر آپ جھوٹ بول کر اپنا ایمان ضائع نہیں کر رہے ہیں تو مجھے اُن سرکردہ احمدیوں کے نام بتائیں جو آپ کو پوشیدہ ملتے ہیں۔ اور اگر بہت سی راز کی باتوں سے آپ پر سچائی آشکار ہو چکی ہے تو چند ایک ہمیں بھی بتائیں۔ تا کہ ہم اس سچائی سے محروم نہ رہ جائیں۔ لیکن وہ اس سوال سے کتراتے اور نام نہ بتاتے صرف اتنا کہتے کہ وہ لوگ تمہاری جماعت میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن ان سے بہت بے انصافی کا برتاؤ ہوا ہے وہ قادیان میں بہت تنگ ہیں۔ ان کے حقوق کو پامال کیا گیا ہے اور اپنی تنگدستی اور پریشانیوں کی ہم سے شکایت کرتے ہیں اور ہم سے مالی امداد بھی طلب

کرتے رہتے ہیں۔ پھر کچھ توقف کے بعد کہنے لگے کہ وہی لوگ ہمیں بتاتے ہیں کہ قادیان بھر میں دو شخص بھی ایسے نہیں ملیں گے جو دل سے موجودہ خلیفہ سے خوش ہوں۔ ڈر کے مارے گو ظاہر طور پر اب تک مخالفت نہیں ہوئی لیکن جہاں بھی موقع ملتا ہے لوگ خفیہ مجالس کر کے موجودہ خلیفہ کے خلاف غم و غصّہ کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔"

(آج کل بھی وہ "نوائے پاکستان" میں اعلان کر رہے ہیں کہ جماعت کا اکثر حصّہ خلیفہؒ ثانی سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ وہ کذاب اور جھوٹا یہاں آکر دیکھے اور جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان کا دسواں حصّہ ہی اپنی طرف دکھا دے۔ دسواں نہیں ہزارواں حصّہ ہی دکھا دے۔ ہمارے اندازہ کے مطابق اِس وقت جلسہ میں عورتوں اور مردوں کی تعداد ساٹھ ہزار ہے وہ ساٹھ آدمی ہی مبایعین میں سے اپنے ساتھ دکھا دے)

پھر کہا

"اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ حال میں قادیان میں ایک جلسۂ عام ہوا ہے۔ جس میں اہل قادیان نے متفقہ طور پر خلیفہ صاحب کی اقتداء

کے خلاف نکتہ چینی کی ہے اور صدائے احتجاج بلند کی ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

مَیں خاموشی سے سُنتا رہا۔ اس کے بعد چوہدری صاحب کہنے لگے کہ تمہاری جماعت کے بزرگوں کے ذاتی کیریکٹر کے متعلق بھی ہمیں اطلاعات ملتی رہتی ہیں اور کچھ بزرگوں کے خلاف الزام بھی لگائے۔ اِس پر میری غیرت نے اور کچھ سُننا گوارا نہیں کیا۔ اور مَیں نے نہایت جوش میں دوسرے ہر دو غیر احمدی احباب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ دوستو! ہمارا اپنا مکان قادیان میں ہے اور مَیں اور میرا خاندان ایک لمبے عرصہ تک وہاں مقیم رہے ہیں۔ ہم بھی وہاں کے تمام حالات سے واقف ہیں لیکن مَیں عینی شاہد ہونے کی حیثیت سے چوہدری صاحب کے تمام الزامات اور غلط واقعات کی تردید کرتا ہوں اور اِس کے جواب میں یہی کہتا ہوں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اور اب مَیں یہ کہتا ہوں کہ اگر چوہدری صاحب ان نام نہاد سرکردہ احمدیوں کا نام نہیں بتائیں گے جو نہ صرف منافق ہیں اور خفیہ طور پر احرار سے ملتے ہیں بلکہ اپنے کذب اور جھوٹ کو "راز کی باتیں"

بتا کر ان کے عوض جماعت کے شدید دشمنوں کے
سامنے کاسۂ گدائی لیئے پھرتے ہیں تو مَیں یہ کہنے پر
مجبور ہونگا کہ یہ سب کذب اور افتراء چوہدری صاحب
جیسے اور ان جیسے دیگر دشمنانِ احمدیت کے اپنے گھڑے
ہوئے ہیں اور خواہ مخواہ احمدیوں کو بدنام کرتے پھرتے
ہیں - اِس پر بکلبخت چوہدری برکت علی صاحب نے
کہا کہ " وہ آپ کے خلیفہ اولؓ کے لڑکے مولوی
عبدالوہاب ہیں - "

حضور مجھے اُسوقت ہرگز یقین نہیں آیا تھا کہ
مولوی عبدالوہاب صاحب کے متعلق جو باتیں چوہدری
برکت علی نے کی ہیں وہ صحیح ہیں بلکہ یہی سمجھتا رہا کہ
ان پر افتراء کیا جا رہا ہے اور چونکہ تحقیق کے بغیر کسی
پر عائد شدہ الزام کو پھیلانا اسلام میں ممنوع ہے -
مَیں آج تک خاموش رہا ہوں - آج تیرہ سال کے
بعد اس واقعہ کو حلفیہ طور پر بیان کر کے اپنے فرض
سے سبکدوش ہوتا ہوں - "

(الفضل ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں احمدیہ ہوسٹل
کی رہائش کے زمانہ میں میاں عبدالوہاب احمدیہ بلڈنگس میں جاتے

اور مولوی محمد علی صاحب سے ملا کرتے تھے اور اُن سے امداد بھی لیتے تھے۔ جیسا کہ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی گواہی سے ظاہر ہے جو ہمارے پاس محفوظ ہے اور جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ

" اگرچہ ۲۶ء سے لے کر آج تک مولوی عبدالوہاب صاحب کو ایک مرتبہ بھی منافقانہ خیالات کے میرے سامنے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ اُن کی یہ بیماری نئی نہیں بلکہ جس زمانہ میں ہم کالج میں پڑھتے اور احمدیہ ہوسٹل لاہور میں رہتے تھے تو وہ ان دنوں بھی احمدیہ بلڈنگ میں جاتے اور مولوی محمد علی صاحب سے ملا کرتے تھے اور ان سے مالی امداد بھی لیا کرتے تھے۔ حالانکہ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ان کو بہت کافی مالی امداد باقاعدہ ملتی تھی۔ یہ ۳۱-۳۲ء کی بات ہے۔"

اسی کی تائید شیخ محمد اقبال صاحب تاجر کوئٹہ کے بیان سے سے بھی ہوتی ہے جس کو ابھی بیان کیا گیا ہے اور جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مکتبہ اردو اور ماہنامہ " ادب لطیف " لاہور کے مالک چوہدری برکت علی مرحوم نے اُن سے کہا کہ تمہاری جماعت کے سرکردہ لوگ ہم سے پوشیدہ ملتے رہتے ہیں۔

اور اہلِ قادیان کے اندرونی حالات ہم کو بتاتے رہتے ہیں۔ جب میں نے اصرار کیا کہ بتائیں وہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ تمہاری جماعت میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں مگر" وہ قادیان میں بہت تنگ ہیں، ان کے حقوق کو پامال کیا گیا ہے اور اپنی تنگدستی اور پریشانیوں کی ہم سے شکایت کرتے ہیں اور ہم سے مالی امداد بھی طلب کرتے رہتے ہیں۔" اور آخر میں مولوی عبدالوہاب کا نام لیا (الفضل ۷، اکتوبر ۵۶ء)

اِن گواہیوں سے ظاہر ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب اپنی تنگدستی اور پریشانیوں کی غیروں سے شکایت کرتے رہے اور یہ پروپیگنڈا کرتے رہے کہ اُن کی کوئی مالی امداد نہیں کی جاتی۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تھے اور حضرت خلیفۂ اولؓ ۱۹۱۴ء میں فوت ہوئے گویا حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر بیالیس سال اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اڑتالیس سال گذر چکے ہیں جو حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی وفات کے عرصہ سے یقیناً زیادہ ہے۔ اس عرصہ میں سلسلہ کی طرف سے جو دونوں خاندانوں کو امداد دی گئی ہے۔ اُس کا میں نے حساب نکلوایا ہے جو پچیس سال گذشتہ کا مل چکا ہے کیونکہ کچھ

ریکارڈ قادیان رہ گیا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کو ۲۵ سال کے عرصہ میں
نوّے ہزار ایک سو بیس روپیہ دیا گیا۔ اور حضرت خلیفہ اوّل
رضی اللہ عنہ کے خاندان کو۔ جو بہر حال حضرت مسیح موعودؑ کے خادم
تھے۔ اس عرصہ میں نوّے ہزار دو سو نوّے روپیہ ملا ہے یعنی
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے جن کے افراد زیادہ
تھے حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے خاندان کو ایک سو ستر روپیہ زیادہ
ملا اور ابھی وہ رقمیں الگ ہیں جو میں دیتا رہا۔ مگر باوجود
اس کے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا رہا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے
خاندان کو گرایا جا رہا ہے۔ اور ان کی مدد نہیں کی جا رہی۔

جب اس کے ساتھ یہ بات بھی ملائی جائے کہ اس پچیس ۲۵
سال میں میں نے چندے کے طور پر ۴۵ ہزار کی رقم دی ہے
اور پچھلے سال قریباً ڈیڑھ لاکھ کی زمین انجمن کو دی ہے۔ تو
اس کے معنے یہ بنتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
خاندان کو ایک کوڑی بھی نہیں ملی بلکہ انہوں نے بغیر کوئی پیسہ
لئے صدر انجمن احمدیہ کی خدمت کی ہے اور اس کو ایک بڑی
بھاری رقم دی ہے اور اس کے علاوہ تحریک جدید کو میں
نے تین لاکھ روپیہ دیا ہے۔

۳۶ء میں کیپٹن نواب دین صاحب دار الفضل ربوہ کی

گواہی کے مطابق شیخ محمد سعید صاحب نے جو آجکل صوبیدار میجر کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر لاہور میں مقیم ہیں اُن کے پاس بیان کیا کہ ڈلہوزی میں میاں عبدالوہاب، شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی اُن مجالس میں موجود ہوتے تھے جن میں وہ خلیفۂ ثانی پر گندے الزامات لگاتے تھے اور ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے۔

۱۹۴۰ء میں شیخ عبدالرحیم صاحب پراچہ کی گواہی کے مطابق مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے والد مولوی محمد زکریا صاحب نے یہ انکشاف کیا کہ مولوی عبدالوہاب صاحب ان کے ایجنٹ اور مخبر ہیں۔ چنانچہ پراچہ صاحب لکھتے ہیں۔

مکرم شیخ عبدالرحیم صاحب پراچہ کی شہادت

"بہت عرصہ ہوا احمدیہ ہوسٹل لاہور مزنگ کے علاقہ میں نواب صاحب بہاولپور کی کوٹھی میں جس کا نام مجھے یقینی طور پر یاد نہیں رہا (غالباً "الفیض" تھا) میرے بڑے بھائی میاں فضل کریم صاحب پراچہ بی۔ اے ایل ایل بی سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل تھے۔ حضور لاہور تشریف لائے۔ تو ہوسٹل میں ہی قیام فرمایا۔ میں بھی لاہور میں تھا۔ ایک دن حضور باہر تشریف

لے گئے اور حضور کے کمرہ میں کوئی نہ تھا۔ تو مولوی
عبدالوہاب اس کمرہ میں گئے اور حضور کے کاغذات
دیکھنے لگ گئے۔ بھائی فضل کریم صاحب نے دیکھ
لیا اور انہوں نے اُن سے بہت سختی کی اور حضور کی
خدمت میں بھی بعد میں عرض کر دیا۔ اب مجھے یاد نہیں
اُس وقت میں ہوسٹل میں تھا یا بعد میں بھائی صاحب
نے بتایا وہ بہت غصّے میں تھے اور کہتے تھے انکا
پیغامیوں سے تعلق ہے اور اس ضمن میں تلاشی لے
رہے تھے۔ انہوں نے مولوی عبدالوہاب کی سخت
بے عزتی کی جو مجھے ناگوار گذری کیونکہ بھائی صاحب نے
حضور سے عرض کر دیا تھا اور حضور نے ستّاری سے
کام لیا۔ مجھے محض حضرت خلیفہؓ اوّلؓ کے مقام اور
بھیروی اور ہمارے بزرگوں کے مُحسن ہونے اور اکثر
بھیرہ کے لوگوں کے اُن کے ذریعہ جماعت میں داخل
ہونے کی وجہ سے بھائی صاحب پر افسوس ہُوا کہ
حضور نے تو ستّاری کی اور وہ ان کو ننگا کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ جنگ سے پہلے اور جنگ شروع
ہونے کے زمانہ میں جو اغلباً ۳۸-۱۹۳۷ء اور ۳۹ء
تھا میں کاروبار کے سلسلہ میں شملہ جاتا رہا۔ پہلی دفعہ

وہاں میں مسلم یا دہلی مسلم ہوٹل میں (صحیح نام یاد نہیں) ٹھہرا اور پھر دوسری مختلف جگہوں پر ٹھہرا۔ میرا قالین کا کاروبار تھا۔ اور قالین کے ایرانی بیوپاری مال لے کر اس ہوٹل میں ٹھہرتے تھے جس کی وجہ سے اکثر اس ہوٹل میں جانا پڑتا تھا۔ ہوٹل کے مالک دہلی میں ریلوے اسٹیشن پر مسلم ریفرشمنٹ روم کے کنٹریکٹر بھی تھے۔ اور انکا منیجر منظور حسین یا احمد ہوتا تھا۔ مجھے سنہ صحیح یاد نہیں مگر مندرجہ بالا اوقات کے دوران میں ایک دن اس ہوٹل کے کھانے کے کمرے میں چائے یا کھانا کھا رہا تھا تو وہاں ایک سفید ریش معمّر مولوی صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اَب یاد نہیں کہ مولوی عبد الوہاب صاحب وہاں مجھ سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے یا بعد میں آئے۔ اُن سے وہاں ملاقات ہوئی۔ مَیں اپنے ساتھی کے ساتھ مصروف رہا۔ مولوی عبد الوہاب صاحب فارغ ہو کر چلے گئے اور مَیں وہاں بیٹھا رہا منیجر ہوٹل منظور صاحب جن سے میری بے تکلفی تھی آ کر پاس ہی بیٹھ گئے اُن سفید ریش مولوی صاحب نے جو نہیں جانتے تھے کہ مَیں احمدی ہوں (مگر منظور صاحب کو میرا اچھی طرح علم تھا) مولوی عبد الوہاب صاحب کا ان کے چلے جانے کے بعد ذکر

شروع کر دیا کہ یہ فلاں آدمی ہیں اور یہ ہمیں خبریں دیتے ہیں اور ہمیں انہی لوگوں سے مرزائیوں کے راز معلوم ہوتے ہیں اور کہا کہ (مجھے صحیح یاد نہیں آج یا کل) یہ چوہدری افضل حق کے پاس بھی آئے تھے۔ (ان دنوں چوہدری افضل حق صاحب شملہ میں تھے) اور بھی گفتگو ہوئی۔ مگر اب اتنا عرصہ گذرنے کے بعد یاد نہیں مگر وہ الفاظ یا مفہوم جن سے مولوی صاحب کا احراریوں سے تعلّق ظاہر ہوتا تھا اور پھر خلیفۂ اوّل کی اولاد کس طرح بھول سکتے ہیں۔ سخت صدمہ ہُوا۔ مَیں نے کسی رنگ میں بعد میں مولوی صاحب سے خود چوہدری افضل حق صاحب سے ملاقات کی تصدیق بھی کروالی۔ پیغامیوں سے ان کے تعلقات کا کئی دفعہ سُن چکا تھا۔ مگر یہ الفاظ رنجدہ تھے۔ منظور صاحب نے میرے ساتھ تعلقات کی وجہ سے اُن سفید ریش مولوی صاحب کو یہ نہ بتایا کہ یہ احمدی ہیں بلکہ مسکراتے رہے اور انہیں نہ ٹوکا۔ جب وہ مولوی صاحب چلے گئے تو مجھے بتایا کہ یہ مولوی صاحب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی احراری لیڈر کے والد ہیں۔ بعد میں دوسروں سے بھی تصدیق ہوگئی کہ یہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کے والد ہیں۔ کیونکہ پھر

کئی دفعہ ملنے کا موقعہ ملا۔

مَیں اِن الفاظ پر جو مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کے والد نے کہے تھے حرف بحرف حلف نہیں اٹھا سکتا مگر مَیں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کے والد صاحب نے جن کا نام مجھے یاد نہیں اس مفہوم کے الفاظ کہے تھے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب احراریوں کے مخبر ہیں اور آج یا کل بھی (شملہ میں) چوہدری افضل حق صاحب کے پاس آئے تھے۔ (الفضل ۲ر اکتوبر ۵۶ء)

پراچہ صاحب نے جلسہ سالانہ پر شہادت دیتے ہوئے بتایا کہ جب الفضل میں میرا یہ خط شائع ہوا تو اُس وقت مجھے اُن سفید ریش معمّر مولوی صاحب کا جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے نام یاد نہیں تھا اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کا نام مولوی محمد زکریا تھا اور مَیں خود بھی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ مجھے یاد آگیا اور میرے حافظہ نے کام دیا کہ ان کا نام مولوی محمد زکریا تھا۔ اور مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب احراری لیڈر کے والد ہیں۔

۱۹۳۶ء میں محمد عبد اللہ صاحب ظفر وال ضلع سیالکوٹ کی گواہی کے مطابق میاں عبدالمنان صاحب نے مجھ پر اپنی

جائیداد غصب کرنے کا الزام لگایا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"ہمارے ایک معزز غیر احمدی دوست نے (جو علاقہ مجسٹریٹ کے ریڈر ہیں) مجھے بتایا کہ مولوی منّان میرے واقف ہیں۔ پارٹیشن سے پہلے جب کبھی میں انکے ہاں جایا کرتا وہ حضور کے خلاف سخت غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے کہ " دیکھو جی! کمائی ہمارے باپ کی اور کھا یہ رہے ہیں (گویا مسیح موعودؑ کی کمائی ہی نہیں۔ کمائی حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تھی۔ اگر جسمانی تو تب بھی حضرت خلیفہ اوّلؓ کی کمائی ہم سے ہزارواں حصّہ بھی نہیں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ورثہ میں پانچ گاؤں اور ایک شہر قادیان کا ملا تھا۔ اور خلیفہ اولؓ کو اُن کے باپ کی طرف سے ایک کچا کوٹھا بھی نہیں ملا تھا) ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہیں اور انکے محل بن رہے ہیں۔"

۱۹۵۰ء میں میاں عبدالسلام نے یہ کہا کہ عبدالباسط اُن کے بڑے بیٹے کو زہر دیا گیا ہے۔ وہ لائل پور میں پڑھتا تھا اور میں نے جماعت لائل پور سے گواہی منگوائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میونسپل کمیٹی میں اُن کا ریکارڈ موجود ہے اور میونسپل کمیٹی کی سند موجود ہے کہ اُس نے خودکشی کی تھی۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بعد میں جب ہم نے جنازہ نہ پڑھا کیونکہ خودکشی کرنیوالے کا جنازہ

جائز نہیں ہوتا تو میاں عبدالمنان نے آکر کہا۔ کہ عبدالباسط نے خودکشی نہیں کی۔ بلکہ کسی نے اس کو زہر دے دیا ہے اور اُسکی موت میں مختلف لوگوں کا ہاتھ ہے اور اس کے بعد میاں عبدالسلام اور عبدالمنان دونوں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے خودکشی نہیں کی بلکہ اُسے زہر دیا گیا ہے۔ چنانچہ چوہدری رشید احمد صاحب بٹ جو سکھر میں ہیں اور مولوی عبدالسلام صاحب کی زمینوں کے قریب رہتے ہیں ان کی بھی یہی گواہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"میری مولوی عبدالسلام مرحوم سے پہلی ملاقات جنوری ۵۰ء میں بمقام کنڈیارو ہوئی جبکہ ہمارا تعارف چوہدری ہدایت اللہ صاحب پریذیڈنٹ جماعت کنڈیارو نے کرایا اس سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے لڑکوں کے نام تو جانتا تھا مگر ان میں سے میرا کوئی واقف نہ تھا۔ اس دوران میں مولوی صاحب موصوف اس قسم کی باتیں کرتے رہے جس سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ انکو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے موجودہ نظام سے دلچسپی نہیں ہے (یہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر میاں بشیر احمد صاحب کو مولوی عبدالسلام صاحب کا بیٹا خود کہہ گیا ہے کہ مَیں خلافت سے بدظن ہوں اور کہہ گیا ہے کہ آپ

تو بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ تو مستقبل کوئی نہیں
میں جوان آدمی ہوں۔ میرے سامنے بڑا مستقبل ہے،
میں نے اس کی فکر کرنی ہے۔ گویا وہ بھی خلافت
کا خواب دیکھ رہا ہے)

سیدی! .... غالباً سب سے
پہلے ایسی بات جو مولوی صاحب موصوف نے مجھ سے کی
وہ یہ تھی کہ میرا بڑا لڑکا جو زہر دے کر ہلاک کیا گیا
تھا وہ در اصل مرزا خلیل احمد کی وجہ سے ہوا تھا
کیونکہ وہ دونوں کمیونسٹ ہو چکے تھے۔ حضرت صاحب
نے اپنے لڑکے کو بچا لیا اور مجھے یہ کہہ کر کہ اب
اگر تم کیس کرو گے تو مسیح موعودؑ کے خاندان کی
بے عزتی ہوگی۔ حالانکہ میر محمدؐ اسمٰعیل صاحب مرحوم
نے مجھے بہت کہا تھا کہ کیس کرو مگر میں نے اس
واسطے نہیں کیا کہ مجھے حضرت صاحب نے بلا کر
منع کیا تھا (جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین)
بہر حال میرا لڑکا (یعنی مولوی عبد السلام کا۔ حضرت
خلیفۃ المسیح اول رضؓ کا پوتا) مسیح موعودؑ کے پوتے کے لئے
قربان ہو گیا۔ اس دوران میں مولوی صاحب نے مجھ سے یہ بھی
کہا کہ جس وقت یہ کیس ہوا اس وقت خلیل کی الماری اشتراکی

لٹریچر سے بھری ہوئی تھی جس کو خود حضرت صاحب نے جلایا دیا یہ بھی جھوٹ ہے۔ البتہ یہ ٹھیک ہے کہ بعض کمیونسٹ جو ہمارے دشمن تھے انہوں نے خلیل کے نام کمیونسٹ لٹریچر بھیجنا شروع کر دیا تھا)

میں نے مولوی صاحب سے جواباً کہا۔ "مجھے یہ علم نہیں نہ حضور کے علم میں یہ باتیں ہیں۔"

عبدالباسط نے درحقیقت خودکشی کی تھی۔ جس کی تائید میں جماعت احمدیہ لائلپور نے مولوی عبیداللہ صاحب قریشی شیخ محمد یوسف صاحب۔ ڈاکٹر محمد طفیل صاحب شیخ نذر محمد صاحب۔ میاں محمد شفیع صاحب۔ کمانڈر عبداللطیف صاحب چوہدری عبدالرحمن صاحب۔ ڈاکٹر چوہدری عبدالاحد صاحب اور شیخ عبدالقادر صاحب مربی لاہور کی گواہیاں میرے پاس بھجوا دی ہیں۔ جن میں انہوں نے کہا ہے کہ تحقیقات ہوئی اور پولیس بھی آئی اور پھر سارا واقعہ لکھا کہ اس طرح وہ کمیونسٹ دوستوں کے پاس سے آیا اور کہنے لگا۔ میں ذرا غسل خانہ میں جانا چاہتا ہوں۔ وہاں گیا تو تھوڑی دیر کے بعد ہم کو آواز آئی۔ ہم نے جب جھانکا تو دیکھا کہ زمین پر گرا پڑا تھا۔ اور قے کی ہوئی تھی۔ پھر ہم نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو اس میں سے رقعہ نکلا۔ کہ میں نے خود زہر کھایا ہے کسی پر الزام نہ لگایا

جائے۔ چنانچہ وہ رقعہ پولیس میں دیا گیا۔ اس نے تحقیقات کی اور میونسپل کمیٹی نے سارٹیفکیٹ دے دیا کہ سیوسائڈ. suicide ہے۔ دفن کر دیا جائے۔ اس وجہ سے پولیس نے کوئی مزید کارروائی نہ کی۔

خلیل کا واقعہ ستمبر ۱۹۴۱ء کا ہے۔ ۱۹۴۱ء میں بعض احراریوں نے کمیونسٹوں سے مل کر خلیل احمد کو کمیونسٹ لٹریچر بھیجنا شروع کیا اور دوسری طرف گورنمنٹ کو اطلاع دی کہ اس کے پاس کمیونسٹ لٹریچر آتا ہے۔ اور یہ کمیونسٹ ہے۔ مجھے اس سازش کا پتہ لگ گیا اور میں نے فوراً ڈاکخانہ کو لکھ دیا کہ خلیل کی ڈاک مجھے دی جایا کرے خلیل کو نہ دی جایا کرے میری غرض یہ تھی کہ یہ الزام نہ لگائیں کہ ڈاک کے ذریعہ اس کے پاس لٹریچر آتا ہے۔ جب وہ لٹریچر میرے پاس آئیگا تو میں اسے تلف کر دونگا اور گورنمنٹ کو کوئی بہانہ نہیں ملیگا۔ پولیس نے پھر بھی شرارت کی اور اسکے بعد جب میں ڈلہوزی گیا۔ تو وہاں ڈاکیہ کو ساتھ ملا کر ایک بیرنگ پیکٹ خلیل کو دلوا دیا۔ چونکہ میں نے اسے منع کیا تھا وہ فوراً میرے پاس لے آیا اور میں نے وہ درد صاحب کے سپرد کیا اور درد صاحب کے ہاتھ سے پولیس سب انسپکٹر چھین کر لے گیا۔ میں نے فوراً گورنر کو تار دلا دیا کہ اس طرح پولیس آئی ہے اور درد صاحب کے ہاتھ سے ایک ٹریکٹ چھین کر

لے گئی ہے۔ ہمیں نہیں پتہ اس میں کیا ہے۔ مگر اس کا منشا یہ ہے کہ خلیل کو زیر الزام لائے کیونکہ وہ خلیل کے نام آیا تھا اس پر گورنمنٹ نے تحقیقات کی اور پولیس کی شرارت اچھی ظاہر ہو گئی۔ اور وہ ہیڈ کانسٹیبل جو اس وقت سب انسپکٹر کا کام کر رہا تھا اس کو ڈی گریڈ کیا گیا۔ اور ڈلہوزی سے بدل کر شکر گڑھ کے ایک چھوٹے سے تھانہ میں بھیج دیا گیا۔ اس وقت نہ ہمیں معلوم تھا کہ عبد الباسط بھی کمیونسٹ اثر کے نیچے ہے اور نہ ہم اس کے لئے کوئی کوشش کر سکتے تھے کیونکہ وہ لائلپور میں پڑھتا تھا۔ اور لائل پور کالج کے کمیونسٹ لڑکوں سے ملا کرتا تھا۔ اور ہماری حفاظت سے باہر تھا۔

پھر یہ مخالفت اتنی لمبی کی گئی کہ ۵۱-۱۹۵۰ء کی گواہیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں عبد المنان کی خلافت کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ عزیزہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی محمد صادق صاحب مبلغ سیرالیون جو محبوب علی صاحب مرحوم آف مالیر کوٹلہ کی دختر ہیں لکھتی ہیں۔ کہ

"۱۹۵۰ء یا ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے۔ کہ میرا خالہ زاد بھائی منیر شاہ ولد فضل شاہ ساکن نواں پنڈ احمد آباد مضافات قادیان کا ہے۔ اور اس وقت گوٹھ ۱۱۱ جنجی لال ۳۸۵ تحصیل میرپور خاص ضلع تھرپارکر سندھ رہائش

رکھتا ہے) انہی دنوں میں یعنی ۵۱-۱۹۵۰ء میں جب کہ مرزا شریف احمد صاحب کی دوکان بندوقوں والی میں ملازم تھا ربوہ میں میرے پاس ملنے کو آیا۔ اتفاقاً ایک دن باتوں میں یہ ذکر کیا کہ ایک گروہ نوجوانوں کا ایسا ہے جو کہتا ہے کہ موجودہ خلیفہ کے بعد اگر خلافت پر مرزا ناصر احمد صاحب کو جماعت نے بٹھایا۔ تو ہماری پارٹی میں سے کوئی بھی اسے نہیں مانے گا۔ ہم تو میاں عبدالمنان صاحب عمر کو خلیفہ مانیں گے۔ میں نے اُسے بُرا منایا اور جھڑک کر کہا۔ کہ وہ خبیث کون کون ہیں۔ اس پر غصے میں آکر کہنے لگا کہ دیکھنا اس وقت تم لوگوں کا ایمان بھی قائم نہیں رہے گا۔ یہ کہہ کر اسی وقت وہ میرے گھر سے باہر چلا گیا۔ میں اس کی وجہ سے دل میں کڑھتی رہی۔ مگر سمجھ نہیں آتی تھی۔ کہ اس کا ذکر حضور سے کیوں کر کروں۔ اب حضور کا ارشاد پڑھ کر میں نے یہ بیان مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری کو لکھوا دیا۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ کہتی ہوں۔ کہ یہ بیان صحیح ہے۔ الفاظ میں کمی بیشی ہو تو الگ امر ہے مگر مفہوم یہی تھا"

(الفضل ۲۲ اگست ۱۹۵۶ء)

اسی طرح چوہدری بشارت احمد صاحب لاہور کی گواہی ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ غلام رسول ۳۵ نے بھی یہی کہا کہ ہم تو میاں عبدالمنان صاحب عمر کی بیعت کریں گے (الفضل ۳۰ جولائی ۵۶ء) اور مولوی محمد صدیق صاحب شاہد مربی راولپنڈی کی بھی یہی گواہی ہے کہ اللہ رکھا نے کہا۔ کہ اب تو لاہوریوں کی نظر حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد پر زیادہ پڑتی ہے اور وہ میاں عبدالمنان صاحب کی زیادہ تعریف کر رہے ہیں۔ اور ان کے نزدیک وہ زیادہ قابل ہیں۔ (الفضل ۲۹ جولائی ۵۶ء)

چنانچہ "پیغام صلح" کی تائید سے بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ بات سچ ہے۔ اسی طرح عنایت اللہ صاحب انسپکٹر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ لکھتے ہیں:۔

"ڈاکٹر محمد شفیع صاحب نثار پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ طالب آباد نے بتایا کہ آج سے دو سال قبل گوٹھ رحمت علی تھل برانچ پر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی (یہ حضرت خلیفہ اول رض کے نواسے اور عبدالوہاب اور عبدالمنان کے بھانجے ہیں) کے ایک پروردہ شخص بشیر احمد نے کہا کہ جماعت احمدیہ کی خلافت کا حق مولوی نورالدین رض صاحب کے بعد اُن کی اولاد کا تھا۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب نے (نعوذ باللہ) ظلم سے ان کا حق غصب کر کے

خلافت پر قبضہ کر لیا ہے - اب ہم لوگ (یعنی خاندان حضرت خلیفۂ اول اور ان کے غیر احمدی رشتہ دار) اس کوشش میں ہیں کہ خلافت کی گدّی مولوی صاحب کی اولاد کو ملے - اور اب " حق بحقدار رسید " کے مطابق جلد ہی یہ معاملہ طے ہو کر رہے گا "

(الفضل ۱۴ر اکتوبر ۵۶ء)

یعنی حق حضرت خلیفۂ اوّلؓ کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد نے خواہ مخواہ بیچ میں دخل دے دیا۔ چنانچہ ہمارے پاس بعض ٹریکٹ ایسے پہنچے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۂ اوّل کے غیر احمدی رشتہ داروں نے مختلف کارٹونوں کے ذریعہ سے اس کے لئے پروپیگنڈہ بھی شروع کر دیا ہے اور یہ اشتہارات کثرت کے ساتھ جماعت میں شائع کئے جائینگے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس وقت ایک ٹریکٹ چالیس ہزار چھپا ہے - اور کثرت سے ایسے ٹریکٹ جماعت میں شائع کئے جائینگے۔

مہاشہ محمدؐ عمر صاحب کی شہادت

مہاشہ محمدؐ عمر صاحب کی رپورٹ بھی اسی کی تائید کر رہی ہے۔ کہ اب تک مخالفت بڑھائی جا رہی ہے وہ کہتے ہیں:۔

"میں بتاریخ ۱۲/۱۲/۵۶ کو جلسہ سالانہ کے لئے ڈھاکہ سے

ربوہ آ رہا تھا۔ جب میں امرتسر ریلوے سٹیشن پر گاڑی سے اترا تو ایک نوجوان مجھے ملا۔ اس نے کہا کیا آپ ربوہ جا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں اس پر اس نے کہا کہ اگر آپ کو ہماری خدمات کی ضرورت ہو تو ہم حاضر ہیں۔ کیونکہ ہماری ڈیوٹی لگی ہے کہ جلسہ پر آنے والے احمدیوں کو سہولت کے ساتھ پہنچا دیں۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور بازار چلا گیا۔

جب ہم بس میں سوار ہوئے تو وہ بھی ہمارے پاس آ کر لاہور کے لئے اس بس میں بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آپ لوگوں کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام حضرت مولوی عبدالمنان صاحب نے رتن باغ میں کیا ہے اور وہ بڑے متقی ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے چلیں۔

میں نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا نام ارشد ہے (ممکن ہے اس نے اپنا نام غلط بتایا ہو۔ ہمارے علم میں اس کا نام خالد ہے) اور میں حضرت مولوی عبدالمنان صاحب کا بھانجا ہوں اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی کا لڑکا ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں۔ کہ یہ

میں درست کہہ رہا ہوں ۔" (مہاشہ محمد عمر)

گویا جیسے شیطان نے کہا تھا کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کہ میں آدم سے بہتر ہوں اسی طرح اسمٰعیل غزنوی کے بیٹے نے ہمارے بنگالی مہمانوں کو ورغلانے کے لئے کہا کہ منان صاحب کی دعوت کھاؤ جو جماعت میں تقویٰ میں سب سے افضل ہے ۔

پھر ۱۹۵۳ء میں مولوی عبدالمنان صاحب نے سلسلہ کے مخالف وہابیوں سے ایک خفیہ ساز باز کی ۔ چنانچہ ہمیں ایک فائل اورینٹل کمپنی کے دفتر سے ملا ہے جس کے چیئرمین مولوی عبدالمنان صاحب تھے ۔ خدا تعالےٰ نے ان کی عقل ایسی ماری کہ وہ اپنے کئی خطوط وہاں چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ چنانچہ ایک خط اُن میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی کا ملا ہے ۔ جو ان کے سوتیلے بھانجے ہیں اور غزنوی خاندان میں سے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا شدید دشمن رہا ہے ۔ اور جس کی مخالفت میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کئی کتابیں لکھی ہیں اس میں وہ لکھتے ہیں :۔

"جو امانت آپ کے پاس پڑی ہے ۔ ضرورت ہے کہ وہ محفوظ ترین طریق سے میرے پاس پہنچ جائے یا تو ان سوجیبوں میں سے کسی ایک پر جو لاہور آ رہی ہوں اشیاء بھجوا دیں ۔ (معلوم ہوتا ہے

سازشی طور پر یہاں سے لاہور تک ایک جال تنا ہؤا تھا۔) یا کسی معتبر آدمی کے ہاتھ جسے میں کرایہ بھی ادا کر دوں گا یا اگر آپ صالحہ بیگم زوجہ میر محمد اسحاق صاحب مرحوم کی خبر لینے کے لئے آئیں (وہ ۵۲ء میں لاہور علاج کیلئے گئی تھیں) تو آپ اپنے ساتھ لیتے آئیں۔ مگر کسی کے ہاتھ بھجوائیں تو بحفاظت بھجوائیں۔ ضائع نہ ہو۔"

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۳ء سے مولوی عبدالمنان اور سلسلہ کے مخالف وہابیوں میں خفیہ ساز باز جاری تھی ایک خط اس فائل میں اللہ رکھا کا مولوی عبدالمنان کے نام ملا ہے۔ اس میں اس نے خواہش کی ہے کہ آپ اپنے لنگر خانہ میں مجھے ملازمت دلوا دیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"آپ اپنے لنگر خانہ میں مجھے ملازمت دلوا دیں (گویا سلسلہ کا لنگر خانہ جلسہ کے کام پر مقرر کرنے کی وجہ سے اب میاں عبدالمنان کا ہو گیا) مگر جلسہ سالانہ سے پہلے کسی اچھی جگہ پر لگا دیں"

اب اللہ رکھا کا تازہ خط پکڑے جانے پر اس خاندان نے شور مچایا ہے کہ اللہ رکھا کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ خط تو اماں جی کی وفات پر محض ہمدردی کے خط کے جواب

میں تھا حالانکہ یہ خط بتاتا ہے کہ اللہ رکھا ہے پرانے تعلقات
چل رہے تھے۔ بلکہ قادیان سے ایک درویش نے جو کہ
لنگر خانہ کا افسر تھا لکھتا ہے کہ میں لنگر خانہ کے سٹور میں
سویا ہوا تھا۔ کہ رات کو میں نے دیکھا کہ اللہ رکھا آیا۔ اس
کی آنکھیں کمزور ہیں۔ اور اسے اندھراتا کی شکایت ہے جس کی
وجہ سے اسے رات کو ٹھیک طور پہ نظر نہیں آتا۔ اس نے
آکر ادھر اُدھر دیکھا۔ مگر اندھیرے کی وجہ سے مجھے دیکھ نہ سکا۔
اس کے بعد وہ وہاں سے سامان اٹھا کر بازار میں بیچنے
کے لئے لے گیا۔ میں نے اس کو راستہ میں پکڑ لیا۔ پھر
اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ اور اس کو ملامت کی۔ جب
تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ وہ سامان بیچ کر میاں
عبد الوہاب کی ایجنٹی کرتا ہے۔ اور ان کو روپیہ لا کر
دیتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چونکہ راوی ایک ہی ہے۔ اسلئے ہم اس کی شہادت کی قطعی
طور پر تصدیق نہیں کر سکتے۔ جبتک کہ کئی راوی نہ ملجائیں
اسیطرح اللہ رکھا کا ایک خط مولوی عبد المنان کے نام ملا ہے
اس میں لکھا ہے۔ "جناب مولوی اسمٰعیل کیساتھ جس آدمی
کے متعلق آپکے سامنے ذکر فرمایا تھا اپنے آپکو فرمایا لکھا ہی،
اس کو جناب مولوی (صاحب) سے بلا دیا۔ بعد میں

کوشش کی کہ آپ کی بھی ملاقات ہو وے مگر آپ کو موقعہ نہ ملا۔ اگر موقعہ ملتا تو آپ ضرور اس کے خیال کا پتہ کرتے اور جو مال اس کے پاس تھا دیکھتے۔ اگر اس قابل ہوتا کہ موجودہ وقت کے مطابق شائع کرنا مناسب حال ہوتا۔ تو آپ بات کر لیتے۔"

گویا اس وقت بھی بقول اللہ رکھا ہمارے خلاف ٹریکٹ لکھوائے جا رہے تھے۔ اور مولوی عبدالمنان مولوی اسمٰعیل صاحب غزنوی سے مل کر مشورے کرتا تھا۔ اس خط سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ اللہ رکھا مولوی اسمٰعیل غزنوی اور مولوی عبدالمنان میں سالہا سال سے ایک سازش جاری تھی اور یہ محض غلط بیانی ہے کہ اماں جی کی وفات پر کسی ہمدردی کے خط پر اس سے تعلق پیدا ہوا۔ یہ سازش عام نہیں تھی بلکہ سلسلہ کے خلاف لٹریچر شائع کرنے کی سازش تھی جس میں غیر احمدی بھی شامل تھے۔

ہماری جماعت کے لوگ چونکہ عموماً باہر کے لوگوں سے واقف نہیں ہوتے اس لئے وہ سمجھتے نہیں کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی کون ہیں؟ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی

حضرت خلیفہ اول ؓ کی پہلی بیٹی کے بیٹے ہیں۔ جب آپ وہابی تھے تو آپ نے وہابی تعلق کی وجہ سے مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو نہایت بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ اور افغانستان سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ ان کے بیٹے مولوی عبدالواحد سے اپنی لڑکی امامہ کا بیاہ کر دیا۔ امامہ کے بطن سے تین بچے پیدا ہوئے ایک آمنہ بڑی لڑکی پیدا ہوئی دوسرے محمد ابراہیم بیٹا پیدا ہوا۔ اور تیسرے محمد اسمٰعیل پیدا ہوا۔ جو اب مولوی اسمٰعیل غزنوی کہلاتا ہے ابراہیم غزنوی بچپن میں میرے ساتھ کھیلا ہوا ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس جو اس کے نانا تھے آیا کرتا تھا۔ بہت نیک اور شریف لڑکا تھا۔ یعنی وہ اپنے چھوٹے بھائی کی بالکل ضد تھا۔ گو میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ بڑا ہوتا تو احمدی ہوتا یا باپ کے اثر کے نیچے نہ ہوتا۔ مگر بہر حال وہ ایک نیک لڑکا تھا۔ اس خاندان کی سلسلہ سے عداوت بہت پرانی ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی جو ملہم تھے انہوں نے ایک خواب دیکھی تھی جو حافظ محمد یوسف صاحب نے جو امرتسر کے ایک عالم تھے اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے مریدوں میں سے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا دی۔ وہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ خواب یہ تھی۔ کہ قادیان میں خدا تعالیٰ کا نور اُترا مگر میری اولاد اس سے محروم رہی (اشتہار معیار الاخیار مورخہ ۱۶ رجون ۱۹۰۰ء) جب

یہ خواب شائع ہوئی تو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی اولاد کو غصہ لگا اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیخلاف بڑے بڑے فتوے دیئے۔

اس وقت اس خاندان کے لیڈر مولوی داؤد غزنوی ہیں جو ۱۹۵۳ء کے ایجی ٹیشن میں جس میں سینکڑوں احمدی مارے گئے تھے لیڈر تھے یہ مولوی داؤد غزنوی مولوی عبدالجبار کے بیٹے ہیں۔ جو مولوی عبدالواحد کے بڑے بھائی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی عبدالجبار کے ایک بھائی احمد بن عبداللہ غزنوی کا فتویٰ اپنے متعلق کتابوں میں نقل کیا ہے۔ کہ وہ کیسا بدگو آدمی تھا۔ اس نے جو فتوے دیا تھا وہ کتاب البریہ صفحہ ۱۲۰ پر درج ہے اس میں لکھا ہے کہ

"قادیانی کے حق میں میرا وہ قول ہے جو ابن تیمیہ کا قول ہے۔ جیسے تمام لوگوں سے بہتر انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ویسے ہی تمام لوگوں سے بدتر وہ لوگ ہیں جو نبی نہ ہوں۔ اور نبیوں سے مشابہ بن کر نبی ہونے کا دعوے کریں....

.... یہ (یعنی مسیح موعودؑ) بدترین خلائق ہے (یعنی چوہڑوں چماروں سے بھی بدتر ہے) تمام لوگوں سے ذلیل تر۔ آگ میں جھونکا جائے گا۔ (یعنی جہنم میں پڑیگا)" (کتاب البریہ صفحہ ۱۲۰)

یہ تو ایک بھائی کا فتوی تھا۔ اب مولوی اسمٰعیل غزنوی کے باپ (مولوی عبدالواحد غزنوی) کا فتوے سُن لو جس کے ساتھ مل کر منان

کوششیں کر رہا ہے۔ اور حسین کا بیٹا بنگال کے وفد کو لینے کیلئے بارڈر پر گیا تھا۔

مولوی عبدالواحد بن عبداللہ غزنوی کا فتوئی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ میں صفحہ ۲۰۲ پر شائع کیا ہے۔ یہ دو بھائیوں نے مل کر فتوائے دیا تھا ایک مولوی عبدالواحد نے جو مولوی اسمٰعیل غزنوی کے باپ ہیں اور ایک ان کے دوسرے بھائی مولوی عبدالحق نے اس میں لکھا ہے کہ

"یہ مسئول عنہ شخص (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) اپنی ابتدائی حالت میں اچھا معلوم ہوتا تھا۔ دین کی نصرت میں ساعی تھا اللہ تعالیٰ اس کا مددگار تھا۔ دن بدن فَیُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ کا مصداق بنتا جاتا تھا۔ لیکن اس سے اس نعمت کی قدر دانی نہ ہوئی۔ نفس پروری و زمانہ سازی شروع کی۔ زمانہ کے رنگ کو دیکھ کر اس کے موافق کتاب و سنّت میں تحریف و الحاد و یہودیت اختیار کی۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس کو ذلیل کیا فیوضع لہ البغضاء فی الارض کا مصداق بن گیا۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ نمبر ۷ صفحہ ۲۰۲)

یعنی اب دنیا میں لوگ اس سے بغض کریں گے۔ اب تم دیکھ لو۔ کہ مولوی عبدالواحد کا قول سچا نکلا کہ لوگ اس سے بغض کر رہے ہیں یا لوگ بیٹھے ہوئے اس پر درود اور سلام بھیج رہے اور اس کیلئے

دعائیں کر رہے ہیں۔ پھر اس کا ایک اور بھائی مولوی عبدالحق غزنوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھتا ہے:۔

"دجّال ہے ملحد ہے کاذب ہے روسیاہ ہے۔ بدکار ہے شیطان ہے لعنتی ہے بے ایمان ہے ذلیل ہے خوار ہے خستہ خراب ہے۔ کافر ہے شقی سرمدی ہے (یعنی قیامت تک شقی ہے)، لعنت کا طوق اس کے گلے کا ہار ہے لعن طعن کا جوت اس کے سر پہ پڑا۔ بے حیا تاویل کرنے والا ہے۔ مارے شرمندگی کے زہر کھا کر مر جاوے گا۔ بکواس کرتا ہے۔ رسوا ہے ذلیل ہے۔ شرمندہ ہوا ہے۔ اللہ کی لعنت ہو۔ جھوٹے اشتہارات شائع کرنے والا ہے اس کی سب باتیں بکواس ہیں۔" (کتاب البریہ ص۱۲۱)

اور اس کا ہیڈنگ بھی کیسا پاکیزہ رکھا ہے۔ اشتہار کا نام ہے "ضرب النعال علیٰ وجہ الدجّال"۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ دجال ہیں اور میں ان کے منہ پر جوتیاں مارتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "حجۃ اللہ" کتاب کے صفحہ ۶ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ عبدالحق غزنوی نے مجھے ایک خط میں گالیاں دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"دس ہزار تیرے پر لعنت"، پھر لعنت لعنت کئی دفعہ لکھا ہے اور آخر میں لکھا ہے "عشرۃ الف مائۃ" یعنی دس لاکھ دفعہ

لعنت اس پر نازل ہو۔

پھر یہی مولوی عبد الحق غزنوی (مولوی اسمٰعیل غزنوی کا چچا) حضرت صاحب کے متعلق لکھتا ہے:۔

"کافر اکفر ہے مرزا۔ دجال ہے مرزا شیطان ہے مرزا فرعون ہے مرزا۔ قارون ہے مرزا۔ ہامان ہے مرزا۔ ادر پیو ہے مرزا۔ وادی کا وحشی ہے مرزا۔ کتکھ جو ہانپ رہا ہے۔ یہ جنگلی کتا ہے۔" (حجۃ اللہ ص)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف "کتاب البریہ" میں اس کے خاندان کی گالیاں لکھی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ انہوں نے میری نسبت لکھا ہے کہ

"ان امور کا یہی رسول خدا کا مخالف ہے .....
ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ آخر زمانہ میں دجال کذاب پیدا ہونگے ان سے اپنے آپ کو بچاؤ، تم کو گمراہ نہ کردیں۔ اور بہکا نہ دیں۔ اس (قادیانی) کے چوزے (یعنی آپ لوگ بشمولیت حضرت مولوی نور الدین صاحب جو عثمان کے باپ اور مولوی اسمٰعیل غزنوی کے نانا اور اس گالیاں دینے والے کے بھائی کے خسر تھے) ہنود اور نصاریٰ کے مخنث ہیں۔" (کتاب البریہ ص)

گویا جب مولوی عبدالواحد غزنوی کا پوتا بارڈر پر آپ لوگوں کو یہ کہنے گیا تھا کہ متان تقوے میں سب سے زیادہ ہے۔ تو اس کے معنے یہ تھے کہ ہندو اور نصاریٰ کا مخنث سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ جب احمدی ہنود اور نصاریٰ کے مخنث ہیں تو اگر متان احمدی ہے۔ اور وہ احمدیوں میں سب سے بڑا ہے تو پھر وہ ہندوؤں اور عیسائیوں کا سب سے بڑا مخنث ہے۔

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کہتے ہیں کہ مولوی عبدالواحد کا ایک الگ فتویٰ بھی ہے جو اس نے عدالت میں لکھوایا تھا کہ مرزا قادیانی کافر ہے اور اس کے مرید سب کافر ہیں اور جو کوئی ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی اور مولوی داؤد صاحب غزنوی اور خالد صاحب (ابن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب) جنہوں نے بارڈر پر جاکر بنگالی وفد کے سامنے کہا تھا کہ مولوی متان سب سے بڑے متقی ہیں بتائیں کہ آیا وہ کافر ہیں یا نہیں اور آیا ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے یا نہیں۔ جیسا کہ ان کے دادا نے کہا تھا؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں تک لکھا ہے کہ مولوی اسمٰعیل غزنوی کی ماں یعنی حضرت خلیفہ

اوّل اُن کی بڑی بیٹی کی وفات بھی میرے مباہلہ کے نتیجہ میں ہوئی مولوی عبدالحق غزنوی نے جو مولوی عبدالواحد غزنوی کا چھوٹا بھائی تھا پیشگوئی کی تھی کہ میرے گھر بیٹا پیدا ہوگا۔ اور مرزا صاحب ابتر مریں گے۔ حضرت صاحب کہتے ہیں تم نے تو کہا تھا کہ تمہارے گھر بیٹے پیدا ہوں گے اور ہمارے ہاں کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن خدا نے میرے گھر میں دو اور بیٹے دے دیئے۔

"اور وہ دونوں پیشگوئیاں جو صدہا انسانوں کو سنائی گئی تھیں پوری ہو گئیں۔ اب بتاؤ کہ تمہاری وہ پیشگوئیاں کہاں گئیں۔ ذرا جواب دو۔ کہ اس فضول گوئی کے بعد کس قدر لڑکے پیدا ہوئے۔ ذرا انصاف سے کہو کہ جب کہ تم منہ سے دعوے کرکے اور اشتہار کے ذریعہ سے لڑکے کی شہرت دیکر پھر صاف نامراد اور خائب و خاسر رہے۔ کیا یہ ذلت تھی یا عزت تھی؟ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مباہلہ کے بعد جو کچھ قبولیت مجھ کو عطا ہوئی وہ سب تمہاری ذلت کا موجب تھی۔" (تحفہ غزنویہ صـ۱۹)

پھر فرماتے ہیں۔ اس نے میرے خلاف دعائیں کیں۔ اُس کی دعاؤں کا کیا انجام ہُوا۔ اور میری دعاؤں کا کیا انجام ہُوا۔

"اب وہ کس حالت میں ہے اور ہم کس حالت میں ہیں۔ دیکھو اس مباہلہ کے بعد ہر ایک بات میں خدا نے ہماری ترقی کی۔ اور بڑے بڑے نشان ظاہر کئے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی اور ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا۔ اور جب مباہلہ ہوا تو شاید چالیس آدمی میرے دوست تھے اور آج ستر ہزار کے قریب ان کی تعداد ہے۔ (اور اب خدا کے فضل سے وہ دس لاکھ کے قریب ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں دس کروڑ سے بھی زیادہ ہو جائیگی انشاءاللہ)"
(نزول المسیح صفحہ ۳۲)

پھر فرماتے ہیں:۔

"لطف تب ہو کہ اوّل قادیان میں آؤ اور دیکھو کہ اراد تمندوں کا لشکر کس قدر اس جگہ خیمہ زن ہے اور پھر امرتسر میں عبدالحق غزنوی کو کسی دوکان پر یا بازار میں چلتا ہؤا دیکھو کہ کس حالت میں چل رہا ہے۔"
(نزول المسیح صفحہ ۳۲،۳۳)

پھر فرماتے ہیں کہ تمہارے مباہلے کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارے بھائی کا بھی خانہ ویران ہو گیا۔ (تحفہ غزنویہ صہ۱۹)

تمہارے بھائی مولوی عبدالواحد کا بھی خانہ برباد ہو گیا یعنی

مولوی اسمٰعیل غزنوی کے باپ کا جس کی بیوی حضرت خلیفہ اولؓ کی بڑی بیٹی تھی۔ اور فرماتے ہیں یہ میرے مباہلہ کا نتیجہ تھا۔

غرض یہ خاندان سلسلہ کا پرانا دشمن ہے۔ ان کے دادا نے پیشگوئی کی ہوئی ہے کہ ان کو نورِ قادیان یعنی صداقتِ احمدیت نصیب نہیں ہوگی اور ہمیشہ اس کے دشمن رہیں گے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اب منّان اور عبدالوہاب سے انہوں نے اس فتنہ کے موقعہ پر خاص یارانہ گانٹھا ہے جس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی کے مطابق مولوی عبدالمنّان اور مولوی عبدالوہاب بھی احمدی نہیں رہے۔ کیونکہ اگر ان میں احمدیت رہتی تو مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ کی پیشگوئی کے مطابق ان کے پوتے اور ان کے پڑپوتے ان کی دوستی اور ان کی حمایت نہ کرتے مگر چونکہ وہ ان کی حمایت میں ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان لوگوں میں بھی احمدیت باقی نہیں رہی۔ اگر باقی ہے تو پھر مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ کی پیشگوئی جھوٹی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ ایک راستباز انسان تھے۔

دسمبر ۱۹۵۱ء میں مولوی عبدالوہاب صاحب نے لاہور میں کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کیلئے صرف دنیوی ترقیات کے لئے دُعا فرمائی ہے۔ مگر حضرت

خلیفہ اوّلؓ نے اپنی اولاد کو خدا کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبد الغنی صاحب نواب شاہ سندھ کی شہادت ہے۔ کہ

"عاجز دسمبر ۱۹۵۲ء کے قافلہ کے ساتھ جو کہ جلسہ سالانہ پر قادیان جانے والا تھا لاہور جودھامل بلڈنگ گیا۔ رات جودھامل بلڈنگ میں گذاری۔ صبح نماز فجر با جماعت پڑھنے کے بعد بیٹھے تھے کہ مولوی عبد الوہاب صاحب آ گئے اور پوچھا کہ جماعت ہو گئی ہے۔ بتانے پر کہ جماعت ہو چکی ہے۔ انہوں نے خود اکیلے ہی نماز پڑھ لی۔ مولوی عبد الوہاب صاحب کہنے لگے (جیسے کہ درس دیا جاتا ہے) کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے دنیاوی ترقیات کے لئے دعا فرمائی ہے جیسے وہ دے انکو عمر و دولت پھر کہا کہ آپ دیکھیں حضور کی اولاد دنیا کے پیچھے لگ کر پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہے کیونکہ دنیا کے پیچھے لگ کر انسان سکون قلب حاصل نہیں کر سکتا"

ان کا یہ درس یا تقریر بتاتی ہے کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کوئی ایمان نہیں رہا۔ ورنہ وہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ترجیح نہ دیتے پھر ان کی بات بھی غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے دنیا نہیں مانگی بلکہ دین مانگا ہے۔ چنانچہ

آپ فرماتے ہیں ؂

کر ان کو نیک قسمت نے ان کو دین و دولت
کہ ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رُشد اور ھدایت، اور عمر اور عزّت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

شیطان سے دُور رکھیو! اپنے حضور رکھیو!
جاں پُر ز نُور رکھیو! دل پُر سرور رکھیو!
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو!
یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے
کر دُور اِن سے یا ربّ! دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کر لیو نہ اِن کو مندے
یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میری جاں کے جانی! اے شاہِ دو جہانی!
کر ایسی مہربانی، اِن کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی! اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک! سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے واحد یگانہ! اے خالق زمانہ
میری دعائیں سُن لے اور عرض چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں! دیں کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک! سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

مولوی عبدالوہاب کے خیال میں رشید اور ہدایت اور دین اور فیض آسمانی اور دین کا قمر ہونا یہ سب دنیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو دنیا سُوجھی مگر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو جو اُن کے غلام تھے دین سُوجھا
پھر مولوی عبدالوہاب کا یہ کہنا کہ
"حضور کی اولاد دنیا کے پیچھے لگ کر پریشان ہوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہے۔ کیونکہ دنیا کے پیچھے لگ کر انسان سکونِ قلب حاصل نہیں کر سکتا"
یہ بھی ان کے خاندان کے نظریہ کی رُو سے غلط ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے۔ کہ مولوی عبدالمنان آخری وقت میں جاتے ہوئے ادھر سلسلہ کا روپیہ ناجائز طور پر استعمال کر رہے تھے اور ادھر دوسرے احمدیوں سے روپیہ منگوا رہے تھے۔ چنانچہ تحریک جدید اور انٹرنیشنل کارپوریشن کے روپیہ میں انہوں نے جو ناجائز تصرف کیا اس کے متعلق چوہدری

احمد جان صاحب وکیل المال تحریک جدید کی شہادت ہے کہ "میاں عبدالمنان صاحب عمر جو تحریک جدید میں نائب وکیل التصنیف اور اورنیٹل کارپوریشن کے چیئرمین تھے۔ گذشتہ سال مجلس تحریک جدید نے سات رہائشی کوارٹروں اور مسجد کی تعمیر کا کام ان کے سپرد کیا۔ اور ان تعمیرات کے لئے ستائیس ہزار روپے کا بجٹ منظور کیا۔ جس میں سے میاں عبدالمنان صاحب نے ۲۶۹۹۸ روپے خزانہ تحریک جدید سے برآمد کرائے۔ اس میں سے ۳۴۸۲۳ روپے کوارٹروں کی تعمیر پر خرچ ہوئے۔ باقی رقم انہوں نے نہ تحریک جدید کو واپس کی۔ نہ مسجد بنوائی۔ بلکہ کم وبیش ۴۷۰۰ روپے بصورت سامان تعمیر وغیرہ اورنیٹل کمپنی کی طرف منتقل کئے۔ اور وہاں سے اپنی ذاتی دوکانوں کی تعمیر پر خرچ کر لئے۔ اورنیٹل کارپوریشن کے بورڈ آف ڈائرکٹرز نے کمپنی کی دوکانوں اور پریس کی عمارت بنانے کے لئے ساڑھے بارہ ہزار روپے تک خرچ کرنے کی میاں عبدالمنان کو منظوری دی۔ انہوں نے کمپنی کی عمارت کے ساتھ ہی اپنی سات عدد دوکانات بھی تعمیر کیں۔ اور بورڈ کی اجازت کے بغیر اپنی ذاتی اور کمپنی کی تعمیرات کا نہ

صرف حساب اکٹھا رکھا۔ بلکہ ۶۲۳ روپے کی قلیل رقم کے سوا اپنی ۲ دکانوں کا سارا خرچ کمپنی کے فنڈز میں سے کیا۔ جس کے نتیجہ میں ان تعمیرات پر اٹھارہ ہزار روپے کے قریب مجموعی خرچ ہوا۔ جس میں تحریک جدید کی منتقل شدہ رقم بھی شامل ہے۔ اس میں سے ان کی اپنی دو کانوں کا خرچ ساڑھے دس ہزار روپے اور باقی قریباً ساڑھے سات ہزار روپے کمپنی کی عمارت کا خرچ ہے۔ اس طرح اگر وکیل المال صاحب کی رپورٹ صحیح ہے تو میاں عبدالمنان صاحب تحریک جدید اور کمپنی کا دس ہزار روپیہ ناجائز طور پر اپنے تصرف میں لائے جو بعد میں ۱۴ اکتوبر کو ان سے وصول کر لیا گیا۔"

مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کی شہادت

اسی طرح چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کی شہادت ہے کہ

"میں نے صدر انجمن احمدیہ کے آڈیٹر کی حیثیت سے جب جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء کے حسابات کی پڑتال کی تو مجھے معلوم ہوا کہ صدر انجمن احمدیہ کے منظور شدہ قواعد کے ماتحت جو رقم یا تو محکمہ کے سیف میں نقد موجود ہونی چاہیئے تھی یا صدر انجمن احمدیہ کے صیغہ امانت میں جلسہ سالانہ کی امانت میں جمع۔ موجود ہونی ضروری تھی اس میں سے مبلغ ۱۸۹۹ روپے ۱ آنہ ۳ پائی

کم تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مولوی عبدالمنان صاحب افسر جلسہ سالانہ تھے
جب مولوی عبدالمنان صاحب جلسہ سالانہ کے کام سے تبدیل کئے گئے تو یہ تمام کی تمام رقم کلرک غلام احمد صاحب کے نام پیشگی ظاہر کی گئی۔ جو اس وقت محرر جلسہ سالانہ تھے۔

میں نے اس معاملہ میں مزید چھان بین کی اور متعلقہ کارکنان دفتر کے بیانات لئے اور پرانا ریکارڈ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ۴۹ئہ میں ۵۰۰ روپے کی رقم مولوی عبدالمنان صاحب نے لی تھی۔ اس رقم میں سے مختلف وقتوں میں انہوں نے کچھ رقم واپس کی اور ابھی تک ۱۶۹ روپے ۱۲ آنے ۶ پائی اس پانسو کی رقم میں سے ان کے تصرف میں ہیں اور باوجود بار بار کے مطالبات کے یہ رقم ابھی واپس نہیں ہوئی۔ اسی طرح اسی زمانہ میں ۵۰ روپے دفتر جلسہ سالانہ کی نقدی میں سے پیشگی کا نام دے کر غلام رسول چک ۳۵ کو دلائے گئے یہ رقم بھی باوجود مطالبات کے واپس نہیں ملی۔ اس کے علاوہ ۸۷ روپے ۸ آنے مولوی علی محمد صاحب اجمیری کو دلائے گئے یہ رقم بھی واپس نہیں ہوئی۔

اس تحقیقات سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اس ۱۸۹۹ روپے ۱ آنہ ۳ پائی کی رقم کا بیشتر حصہ مولوی عبدالمنان صاحب

یا ان کے احباب نے لیا ہوا تھا لیکن تمام رقم ایک ماتحت کارکن کے نام پیشگی دکھائی ہوئی تھی۔“

خاکسار ظہور احمد آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ

پھر علاوہ ان بدعنوانیوں کے جو کہ مالی معاملات سے متعلق اورینٹل کمپنی میں مولوی عبدالمنان صاحب نے کی ہیں یا سلسلہ کے روپیہ سے جلسہ سالانہ کے کام میں کی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کوشش شروع کر دی تھی کہ کچھ روپیہ جمع کر لیں تاکہ وقتِ ضرورت کام آئے جس سے ان کی نیتوں کا پتہ لگتا ہے چنانچہ ان کا ایک خط پکڑا گیا ہے جس کا فوٹو ہمارے پاس موجود ہے۔ انہوں نے افریقہ میں ایک احمدی دوست کو لکھا کہ میں تمہارے لڑکے کی شادی کرانے لگا ہوں تم پانسو پونڈ (جو آجکل کے لحاظ سے سات ہزار روپیہ بنتا ہے) بھیجدو۔ یہ خط اس دوست نے اپنے ایک دوست کو جو پاکستان میں ہیں بھیج دیا اور اس نے فوٹو لیکر ہمیں بجوا دیا۔ وہ خط یہ ہے:۔

مکرم و محترم چوہدری صاحب   ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ   ۱۷/۱/۵۶

آپ کا خط موصول ہوا۔ الحمدللہ چوہدری منصور احمد اور ان کی والدہ بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ پرسوں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے منصور احمد صاحب

کی ملاقات ہوئی تھی ۔ آج ابھی ابھی حضرت امیرالمومنین
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ملاقات کے
بعد واپس آئے ہیں ۔ حضور منصور احمد سے آپ کے
اور آپ کے کاروبار کے متعلق دریافت فرماتے رہے ۔
عزیز کی شادی کے سلسلہ میں ایک جگہ تجویز کیگئی
ہے ۔ لڑکی بی ۔ اے پاس ہے اور اس وقت بی ٹی میں
لاہور کالج میں پڑھ رہی ہے ۔ لڑکے کے دادا نہایت
مخلص اور سلسلہ کے فدائی اور حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے صحابی تھے ۔ والد آجکل قادیان میں
مقیم ہیں ۔ لڑکی تعلیم یافتہ اور مخلص ہے ۔ حضرت
مرزا بشیر احمد صاحب کو یہ رشتہ پسند ہے ۔ لڑکی کے
ایک چچا یہاں سلسلہ کے مبلغ ہیں ۔ دوسرے چچا مولوی
صالح محمد صاحب پیچھے سلسلہ کی طرف سے انگلستان
بھجوائے گئے تھے آج کل مغربی افریقہ گولڈ کوسٹ
ان کا تبادلہ ہو گیا ہے ۔
دادا کا نام فضل احمد صاحب ہے ۔ اور والد
کا عبدالرحیم لڑکی کا ایک بھائی یہاں رہتا ہے ۔ کالج
میں زیر تعلیم ہے اور تبلیغ کی ٹریننگ لے رہا ہے
ان کی ذات راجکمار یا راجپوت ہے ۔ میرے خیال

میں رشتہ موزوں ہے۔ منصور احمد اور عزیزہ نسیم کو پسند ہے۔

شادی کے اخراجات کے سلسلہ میں میرا ذاتی نکتہ نگاہ یہ ہے کہ معمولی سے اخراجات کافی ہوتے ہیں۔ اسلام میں "تکلفات" نہیں۔ اور یہاں بھی عام حالات میں زیادہ اخراجات کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اب وقت صورت حال یہ ہے کہ لڑکی نے اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر ہزاروں میل دُور جانا ہے۔ پھر وہاں کے حالات بھی لڑکی والوں کے سامنے نہیں ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ابھی باقی عزیزوں کے رشتے بھی کرنے ہیں اور ضرورت ہے کہ پہلی شادی کے بعد راستے کھل جائیں اور کئی لوگوں کی نظریں اس پہلی شادی پر ہیں۔ اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں کیا خرچ ہوتا ہے۔ اس سے وہ مالی اور دوسرے حالات کا اندازہ کریں گے۔ اور میرے سامنے یہ حقیقت بھی ہے کہ سونا اور کپڑا افریقہ میں یہاں پاکستان کے مقابلہ میں سستا ہے۔

ان تمام حالات کو دیکھ کر میری رائے یہ ہے کہ شادی کے تمام اخراجات کے لئے پانصد پونڈ

(یعنی آجکل کے لحاظ سے سات ہزار روپیہ) کافی ہونگے علاوہ حق مہر کے یہ روپیہ بذریعہ ڈرافٹ بھجوانے کی ضرورت نہیں آپ یہ روپیہ وہاں کی جماعت میں میرے نام پر جمع کرادیں۔ اور رسید مجھے بھجوا دیں میں یہ روپیہ یہاں منصور احمد کی والدہ کو ادا کردوں گا۔ تا وہ اپنی نگرانی میں زیور کپڑا وغیرہ پر صرف کریں۔ پس آپ ڈرافٹ بینک نہ بھجوائیں۔ بلکہ وہاں میرے نام پر رقم جمع کروادیں میں یہاں اس کے مطابق رقم ادا کرادوں گا۔

مہر اندازاً لڑکے کی ایک سال کی آمد کے برابر ہونی چاہئیے جو میرے خیال میں آٹھ ہزار روپیہ ہوگی۔

خاکسار عبدالمنان عمر (دستخط)

غرض انہوں نے ادھر سلسلہ کا کچھ مال ادھر ادھر استعمال کیا۔ اور کچھ لوگوں سے منگواتے رہے۔

یہ جو عبدالقدوس صاحب نواب شاہ کی گواہی ہے۔ کہ میاں عبدالوہاب صاحب نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے دنیا مانگی اور ہمارے باپ نے ہمارے لئے دین مانگا۔ اسکی مزید شہادت لاہور کی مجلس خدام الاحمدیہ نے بھجوائی ہے کہ ایک احمدی سے ایک پیغامی نے آکر کہا کہ میاں منان کہتے ہیں کہ ہم تو چپ کرکے بیٹھے ہیں۔ کیونکہ ہمارے باپ نے ہمیں خدا کے سپرد کیا تھا اور حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے اپنی اولاد کو دنیا کے سپرد کیا تھا۔ یہ جوش نکال لیں۔ سال دو سال پانچ سال خوب جوش نکالیں۔ پھر ٹھنڈے ہو جائینگے یہ شہادت بھی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

اب تم جو مبایعین کی جماعت ہو اور جنہوں نے لکھا تھا کہ قیامت تک ہم خلافت احمدیہ کو قائم رکھیں گے۔ تم بتاؤ کہ کیا مولوی عبدالمنان کے قول کے مطابق دو تین سال میں ٹھنڈے پڑ جاؤ گے یا قیامت تک تمہاری اولادیں خلافت احمدیہ کا جھنڈا کھڑا رکھیں گی؟ (اس پر چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ ہم قیامت تک خلافت احمدیہ کا جھنڈا کھڑا رکھیں گے)

اکتوبر ۱۹۵۵ء میں جب صوفی مطیع الرحمٰن صاحب شدید ذیابطیس سے فوت ہوئے تو رشید احمد صاحب بٹ ضلع نواب شاہ سندھ کی گواہی کے مطابق میاں عبدالسلام نے کہا کہ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب کا علاج نہیں کروایا گیا اس لئے مر گئے۔ حالانکہ انکو ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا اور سینکڑوں روپیہ سلسلہ نے ان پر خرچ کیا تھا۔ میاں محمد عبداللہ صاحب سابق انجینئر ایران حال نواب شاہ سندھ لکھتے ہیں کہ میاں دہا نے ایک دفعہ کہا کہ حضرت صاحب کی مجلس عرفان میں رکھا ہی کیا ہے۔

پھر ۱۹۵۵ء کے شروع کے متعلق ملک صاحب خاں صاحب نون ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر بیان کرتے ہیں کہ جب میاں عبدالمنان صاحب کا دوسری جگہ بننے لگا۔ تو میں نے بھیرہ کے تعلقات کی وجہ سے ان سے کہا کہ میاں صاحب! میں نے تو آپ کی صحبت حاصل کرنے کیلئے

آپ کے قریب مکان بنایا تھا مگر آپ اب کہیں اور چلے ہیں تو اس پر میاں عبدالمنان صاحب آگے بڑھے اور میرے سینہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر ہلایا اور کہا۔ ملک صاحب آپ گھبرائیں نہیں۔ ہم جہاں بھی جائینگے آپ کو ساتھ لے کر جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں۔ اس وقت تو میں اس کا مطلب نہ سمجھا لیکن گھبرا گیا۔ اور بعد میں جب یہ فتنہ پیدا ہوا۔ تو میں باقاعدہ اخبار میں دیکھتا تھا کہ اس میں میاں عبدالمنان کا نام بھی آتا ہے یا نہیں۔ جب میں نے ان کا نام پڑھا تو استغفار پڑھا کہ ان کی یہی غرض تھی۔ کہ مجھے بھی اس فتنہ میں ملوث کریں۔

ملک صاحب سرگودہا کے مشہور خاندان ٹوانہ اور نون میں سے ہیں۔ اور ڈپٹی کمشنر رہ چکے ہیں۔ گوجرانوالہ سے ریٹائر ہوئے۔ ملک فیروز خاں صاحب نون جو اس وقت وزیر خارجہ ہیں اُن کے بھتیجے ہیں۔ چنانچہ ملک صاحب کا اصل خط اس شہادت کے سلسلہ میں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ملک صاحب لکھتے ہیں :-

مکرم ملک صاحب خان صاحب نون کی شہادت

سرگودہا
۱۷-۹-۵۶

میرے آقا! سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ اور عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

چونکہ حضور پُر نور امام الوقت اور خلیفہ وقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت حضور کی تائید میں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گی اور دشمنان خائب و خاسر اور منہ کی کھائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ضرور
میں ایک واقعہ حضور کی خدمت بابرکت میں گوش گذار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں بلکہ عین اصل واقعہ ہے۔
جب میں نے ربوہ والے مکان کی جگہ کے متعلق حضور پُر نور کے پاس شکایت کی اور حضور نے اپنے ساتھ کچے مکانوں میں مجھے اور ناظر متعلقہ (جو اس وقت غالباً عبد الرشید صاحب تھے) کو بلایا۔ میں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے شکایت نہیں ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے بہت زور دیا کہ یہی جگہ لے لوں اور دوسرے یہ کہ پسران حضرت خلیفہ اول رضؓ میرے ہمسایہ تھے۔ یہ بات میرے واسطے بہت ہی خوشی و تسلی کی ہوئی۔ گو میں بذاتِ خود اس جگہ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ خیر مکان بنایا۔ بن گیا جب ناظر صاحبان کے مکان مکمل ہوئے

تو میاں عبد المنان صاحب اس نئے مکان میں چلے گئے اور جب میں ربوہ گیا تو مجھے معلوم ہوا۔ اتفاق سے منّان صاحب مجھے ملے۔ میں نے کہا واہ مولوی صاحب آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ تو اس نے ذرا آگے ہو کر ذرا آہستہ آواز میں دایاں ہاتھ اٹھا کر میرے سینہ کے برابر کر کے کہا۔ تسلّی رکھو جدّے جاواں گے تہانوں نال لے جاویں گے"۔ اس وقت میں نے بہتیرا زور لگایا مگر مجھے اس مہمل بات کی سمجھ نہ آئی۔ جو متواتر میرے دل میں چبھتی رہی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی شان۔ میں وجہ نہیں بتلا سکتا کہ کیوں میرا اُنس وکشش و محبّت ان سے دن بدن کم ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ جب اماں جی کی وفات ہوئی ڈاک خانہ کے پاس کھڑے کھڑے ہی میں نے منّان سے اظہار افسوس کیا اور ان کے مکان تک بھی نہ گیا۔ نوبت بایں جا رسید والا معاملہ ہوا کہ جب دو دفعہ منّان صاحب میرے سامنے آئے تو میں نے سلام علیکم بھی اُن سے نہیں کی میں نہیں بتلا سکتا کہ کونسی غیبی طاقت اندر ہی اندر کام کر رہی تھی۔ جب میں نے یہ فتنہ پڑھا تو ہر پرچہ الفضل

کو اوّل سے آخر تک پڑھتا رہا اور خاص توجہ اس طرف تھی کہ منان صاحب کا بھی کہیں ذکر ہے۔ حتیٰ کہ اُن کے خیالات کے متعلق اطلاع آمدہ امریکہ سے میرا وہ پُرانا معمہ حل ہوا کہ

"جدّے جاواں گے۔ تہانوں نال لے جاوینگے"

کا کیا مدّعا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر تحریر کرتا ہوں کہ اس میں ذرہ بھر بھی جھوٹ نہیں۔

نوٹ۔ میں نے اس کا ذکر بہت دن ہوئے۔ محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب سے کیا تھا۔ والسلام

حضور کا ادنیٰ خادم
صاحب خان نون

مولوی محمد احمد صاحب جلیل کی شہادت

اسی طرح مولوی محمد احمد صاحب جلیل کی شہادت ہے کہ۔

۱۔ چند سال قبل جب میاں عبدالمنان صاحب جامعہ احمدیہ میں پڑھایا کرتے تھے میں کسی کام کی غرض سے انہیں ملنے کے لئے اُن کے مکان پر گیا۔ دورانِ گفتگو میں انہوں نے اپنے جامعہ میں تقرر پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس

میں ہمارے لئے (یا یہ کہا کہ میرے لئے) کوئی جگہ نہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میری طبیعت پر ان کے متعلق یہ اثر پیدا ہوا۔ کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے قائم کردہ نظام سے شاکی اور سخت غیر مطمئن ہیں۔

۲۔ تحریک جدید کے ایک کوارٹر کی تعمیر میں قواعد میونسپل کمیٹی کی خلاف ورزی پر سکرٹری کمیٹی صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی شکایت پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مجلس تحریک جدید کو جرمانہ کیا تھا۔ اس کے متعلق مجھ سے بات کرتے ہوئے میاں عبدالمنان صاحب نے کہا کہ نہ کمیٹی کا کوئی ایسا قاعدہ ہے جس کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اور نہ قواعد کی رُو سے یہ جُرمانہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب طاقت اور اقتدار کا نتیجہ ہے

۳۔ ایک دفعہ میرا ایک معاملہ جس کا حضرت میاں شریف احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سے تعلق تھا۔ اسکے متعلق بات کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کے متعلق یہ لفظ میاں عبدالمنان صاحب نے کہے۔ کہ دیکھو۔ کس طرح ان لوگوں کا خون سفید ہو گیا ہے

۴۔ میاں عبدالمنان صاحب جب امریکہ گئے۔ تو امریکہ جانے کی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے اجازت ملنے کے متعلق میری بیوی سے ذکر کرتے ہوئے امۃ الرحمٰن صاحبہ اہلیہ میاں عبدالمنان صاحب نے حضور کے متعلق یہ کہا کہ انہوں نے اجازت تو دے دی ہے مگر اس بابے دا کی اعتبار ہے کہ ڈولے یا کے بھی کڈھ لئے

خاکسار محمد احمد جلیل

اس فتنہ کو مزید ہوا شیطان نے اس طرح دی۔ کہ خدام الاحمدیہ میں جب ناصر احمد افسر تھا تو اس نے حمید ڈاڈھا کو سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا اور اس نے اس کو سزا دینی چاہی۔ اس پہ وہ اس کے مخالف ہو گیا۔ چنانچہ حافظ عبداللطیف صاحب اور اخوند فیاض احمد صاحب کی شہادتیں اس بارہ میں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ جنہوں نے لکھا ہے کہ یہ اسی وقت سے مرزا ناصر احمد صاحب کے خلاف بغض و عناد کا اظہار کرتا رہتا تھا۔

پھر چونکہ جلسہ سالانہ کا کام کئی سال تک میاں عبدالمنان کے سپرد ہوتا رہا ہے اس لئے وہ سلسلہ کے روپیہ میں سے اپنے ان ایجنٹوں کو پیشگیاں بھی دیتے رہے چنانچہ ریکارڈ سے

مولوی علی محمد اجمیری کے نام ۸۷ روپے ۸ آنے۔ حمید ڈاڈھا کے نام ۳۵ روپے اور غلام رسول چک ۳۵ کے نام ۵۰ روپے پیشگی دیئے جانے ثابت ہیں۔ اس طرح نفرت اور لالچ دونوں جذبات اکٹھے ہو گئے اور ان لوگوں نے میاں عبد المنان کی تائید میں پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ جس طرح بعض منافقوں نے حضرت عمرؓ کی زندگی میں پروپیگنڈہ شروع کیا تھا کہ جب حضرت عمرؓ فوت ہوں گے تو ہم فلاں کی بیعت کرینگے۔ لیکن وہ بھی خائب و خاسر رہے اور یہ بھی خائب و خاسر رہیں گے اور اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کی خود حفاظت کرے گا اور جماعت کی خود راہنمائی کریگا۔ اور نہ کبھی ان منافقوں یا پیغامیوں کے چیلوں یا احراریوں کے چیلوں کو قریب بھی نہیں آنے دیگا۔

جب ۱۹۵۵ء میں مجھ پر فالج کا حملہ ہوا تو یہ بغض اور زیادہ زور سے ظاہر ہونے لگا۔ جیسا کہ شیخ نصیر الحق صاحب کی گواہی سے ظاہر ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مکرم شیخ نصیر الحق صاحب کی گواہی

شیخصاحب لکھتے ہیں:۔

"سیدنا وامامنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جب حضور لاہور سے کراچی تشریف لے گئے۔ دوسرے دن

شام کو آپ کی خیریت سے کراچی پہنچنے کی اطلاع حاصل کرنے کے لئے سمن آباد سے رتن باغ پہنچا میرے ساتھ میری چھوٹی بیوی بھی تھی۔ انہیں رتن باغ ٹھہرا کر چونکہ یہاں اطلاع کوئی نہیں ملی تھی۔ میں جودھامل بلڈنگ میں گیا لوگ مغرب کی نماز ادا کر چکے تھے۔ اور حضور کی خیریت سے کراچی پہنچنے کے متعلق گفتگو کر رہے تھے میں مزید حالات معلوم کرنے کے لئے سید بہاول شاہ صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ انہوں نے تار کا ذکر کیا کہ الحمد للہ حضور بخیریت تمام کراچی پہنچ گئے ہیں۔ جب میں واپس رتن باغ کو لوٹنے لگا تا اپنی بیوی کو ساتھ لیکر گھر سمن آباد چلا جاؤں۔ مولوی عبد الوہاب صاحب نے مجھے آواز دی کہ حاجی صاحب ٹھہر جائیں۔ میں بھی چلتا ہوں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب آپ نے دیکھا کہ قوم کا کتنا روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کیا مولوی صاحب حضرت صاحب تو فرما چکے ہیں کہ میں اپنا خرچ خود برداشت کرونگا پھر اعتراض کیسا؟ فرمانے لگے آگے تو سنو۔ میں نے کہا فرمائیے۔ کہنے لگے کہ دیکھو اب خلیفہ تو (نعوذ باللہ من ذالک) اپنا دماغ کھو چکا ہے وہ اس قابل نہیں کہ خلیفہ رکھا جا سکے۔ میں بجبر خاموش رہا تا سارا ماجرا سن سکوں اور جو گفتگو یہ

کرنا چاہتے ہیں وہ رہ نہ جائے۔ میں نے کہا مولوی صاحب بھلا یہ تو بتائیے کہ اب اور کون خلیفہ ہو سکتا ہے؟ کہنے لگے کہ میاں بشیر احمد صاحب اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کیا کم ہیں۔ اب یہ نہیں رہ سکتا۔ تو میں نے کہا مولوی صاحب آپ تو ایک بہت بزرگ ہستی کے فرزند ہیں آپ کو اتنا بھی علم نہیں۔ کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ حضور کو جلد صحت عطا فرمائے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ بھئی اب تو یہ ممکن ہی نہیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرا خلیفہ بنانا تو کجا خیال کرنا بھی گناہ ہے۔ چہ جائیکہ آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں اور میرے لئے یہ امر نہایت تکلیف دہ ہو گیا ہے۔۔۔ پھر فرمانے لگے۔ سنو سنو! میں نے عرض کیا کہ چونکہ میں نے سمن آباد جانا ہے اور نیلا گنبد سے بس لینی ہے اس لئے کچھ اور کہنا ہے تو چلتے چلتے بات کیجئے۔ کہنے لگے دیکھو یہ جو مضامین آج کل چھپ رہے ہیں انہیں میاں بشیر احمد صاحب درست کر کے پریس کو بھیجتے ہیں وہ خود تو کچھ ہی نہیں سکتے۔ پھر یہ عجیب بات

ہے کہ انہی میاں صاحب کو حضرت صاحب اپنے کمرہ
میں سُلاتے ہیں۔ میں اس معمہ کو نہیں سمجھ سکا۔ اسکے
علاوہ بھی اور کئی ایسی باتیں کہیں جو میں بھول گیا...

میں نے اگلے دن سارا واقعہ چوہدری اسداللہ خاں
صاحب کو ہائیکورٹ میں جاکر سنایا۔ انہوں نے
فرمایا لکھ دو۔ میں نے وہیں بیٹھ کر لکھ دیا جو مجھے
اس وقت یاد تھا۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہ
آپ مولوی صاحب کے سامنے بھی یہی بیان دینگے
میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو لکھ دیا ہے۔
آپ میرے ساتھ جودھامل بلڈنگ چلیں اور انہیں
میری موجودگی میں پڑھا دیں۔ چنانچہ ہم دونوں گئے
مولوی صاحب اپنی دوکان میں موجود نہ تھے ہم انتظار
کرتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد مولوی صاحب تشریف لے
آئے۔ میرا خط چوہدری صاحب نے مولوی صاحب کو
پڑھایا۔ مولوی صاحب کا رنگ زرد ہوگیا۔ کچھ سکتے
کے بعد فرمانے لگے۔ نہیں میں نے نہیں کہا۔ چوہدری
صاحب نے فرمایا لکھ دیجئے کہنے لگے۔ اچھا لکھ دیتا ہوں۔
چنانچہ ان کے دفتر کا کاغذ لے کر مولوی صاحب نے
لکھا۔ کہ میں نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کی جس

کے متعلق حاجی صاحب نے لکھا ہے۔ چوہدری صاحب فرمانے لگے۔ کیا آپ اب بھی مصر ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں! اور مجھے یہ کاغذات دیجئے میں اس پر مزید لکھتا ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ الفاظ لکھے کہ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ کہ مولوی صاحب ایک ایسی بزرگ ہستی کی اولاد ہیں جو ہمارے خلیفۂ اولیٰ رضؓ رہ چکے ہیں۔ انہوں نے صریح جھوٹ بول کر مجھے ہی نہیں بلکہ حضرت خلیفہ اولؓ کی روح کو بھی تکلیف پہنچائی ہے۔ مجھے ان سے یہ توقع نہ تھی کہ انکار کریں گے۔ مجھے معاً خیال ہوا کہ اگر احمدیت کا یہی نمونہ ہے تو غیر از جماعت لوگوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ چنانچہ یہ دونوں تحریریں جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب اپنے ساتھ لے گئے ؎ (خط مورخہ ۲۹ ۵۶/۶)

مکرم میاں غلام غوث صاحب ہیڈ کلرک میونسپل کمیٹی ربوہ کی شہادت

اسی طرح میاں غلام غوث صاحب ہیڈ کلرک میونسپل کمیٹی ربوہ کی گواہی بھی قابل ذکر ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

تقریباً تین چار ماہ کا عرصہ گذرا ہے تاریخ یاد نہیں حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب آنریری سیکرٹری میونسپل کمیٹی ربوہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں مکرم مولوی عبد المنان صاحب انچارج صیغہ تالیف و تصنیف تحریک جدید ربوہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت میاں منور احمد صاحب

کے دستخطوں کی شناخت کروں جو انہوں نے کسی
غلط تعمیر کے سلسلہ میں کمیٹی کے قواعد کے تحت مولوی
عبدالمنّان صاحب کو دیئے تھے۔ چنانچہ فدوی وہاں گیا
اور مولوی عبدالمنّان صاحب نے فرمایا۔ کہ دیکھو یہ دونوں
نوٹس موجود ہیں اور دستخط میاں منور احمد صاحب کے ہیں
ان دونوں میں کتنا تفاوت ہے۔ ان میں سے کونسا صحیح ہے
اور کونسا غلط؟ (اس وقت میرے ساتھ والی کرسی پر چوہدری
بشیر احمد صاحب نائب وکیل المال تحریک جدید بھی تشریف
فرما تھے اور ہم دونوں مولوی عبدالمنّان صاحب کے سامنے
بیٹھے تھے) بندہ نے عرض کیا کہ چونکہ میں شروع سے کمیٹی
میں حضرت میاں منور احمد صاحب کے ماتحت کام کر رہا ہوں
مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ دونوں دستخط حضرت میاں منور احمد
صاحب کے ہیں گو ایک چھوٹا ہے اور ایک بڑا لیکن دستخط
انہی کے ہیں۔ چونکہ اس کا مضمون ذرا مطابق قواعد مقررہ
الفاظ میں تھا اور زیادہ تر بحث مولوی عبدالمنّان صاحب
کے مضمون پر تھی غصہ سے بھرے ہوئے الفاظ میں آپ تقریر
فرماتے رہے۔ آخر میں اُن کے منہ سے حسب ذیل الفاظ
ظاہر ہوئے:۔
"میاں منور احمد وغیرہ اس لئے سختی کرتے ہیں

اور ناجائز کرتے ہیں کہ وہ حضرت صاحب کے لڑکے ہیں یعنی خلیفہ صاحب کے۔ جس وقت ڈنڈا میرے ہاتھ میں آیا۔ میں سب کو سیدھا کردوں گا یاد رکھوں گا۔"

اس وقت بندہ خاموش ہو کر واپس چلا آیا۔ کیونکہ میاں صاحب بہت غصے میں تھے۔ بندہ نے اُسے SERIOUS. نہیں لیا۔ البتہ جب دفتر کمیٹی میں پہنچا تو وہاں چوہدری عبداللطیف صاحب اوورسیر اور چوہدری عنایت احمد صاحب اکونٹنٹ و محمد الیاس چپڑاسی موجود تھے۔ میں نے ہنسی کے طور پر چوہدری عبداللطیف صاحب اوورسیر سے کہا کہ آپ نے میاں عبدالمنّان صاحب سے ٹکر لی ہے۔ اب خبردار ہو جاؤ۔ وہ آپ سب کو سیدھا کردیں گے۔ کیونکہ وہ خلافت کے خواب دیکھ رہے ہیں (میں نے ان کے الفاظ سے یہی مفہوم سمجھا تھا کہ وہ خلافت کے خواب دیکھ رہے ہیں) چنانچہ اس وقت یہ بات ہنسی مذاق میں آئی گئی ہو گئی۔ اب ہنگامی واقعات کی رونمائی پر چوہدری عنایت احمد اور چوہدری عبداللطیف صاحب نے مجھ سے کہا کہ تو بھائی تمہارا ملنا کسقدر حقیقت کا انکشاف کررہا تھا۔ اب ہم تمہارے بیان کو جو آج سے چار ماہ

قبل تم نے ظاہر کیا تھا حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے لگے ہیں۔ میں نے کہا بیشک کوئی بات نہیں۔ میں نے یہی بات کہی تھی جو سنی تھی مجھے الہام تو ہوا نہیں تھا کہ چار ماہ بعد کیا واقعہ پیش آنے والا ہے۔"

خاکسار غلام غوث ۵۶/۹/۵

چوہدری عبد اللطیف صاحب اوورسیر کی شہادت

چوہدری عبد اللطیف صاحب اوورسیر بھی گواہی دیتے ہیں کہ

"عرصہ قریباً اڑھائی تین ماہ کا ہوا ہے کہ ایک دن خاکسار ملک حفیظ الرحمٰن صاحب واقف زندگی نقشہ نویس (جو حضرت خلیفہ اول کے رضاعی رشتہ دار ہیں اس لئے ان کے بھی رشتہ دار ہیں) کے کوارٹر پر ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میڈیکل کوارٹر تحریک جدید جو میاں عبد المنان صاحب کی زیر نگرانی تعمیر ہو رہا تھا کے خلاف نقشہ تعمیر ہونے پر بات ہوئی۔ حفیظ صاحب نے بتایا کہ

میاں صاحب موصوف انکے پاس جی۔ٹی۔پی۔ بائی لاز پر مشورہ کرنے آئے تھے۔ اسی طرح تعمیر کی اور باتیں بھی ہوئیں۔ پھر حفیظ صاحب نے مجھے

مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ چند روز ہوئے۔ میاں عبد الرحیم احمد صاحب کی کوٹھی پر ایک دعوت تھی۔ اس میں ہمارے خاندان کے حضرت خلیفۂ اوّل کے خاندان سے تعلقات کی بناء پر میں بھی مدعو تھا۔ ڈاکٹر عبدالحیّ صاحب اور میاں نعیم احمد صاحب بھی شامل تھے۔ میاں عبدالمنان صاحب مجھے مخاطب کرکے باتیں کرتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے۔ ’’کیا حفیظ صاحب ایسا نہیں! کیا حفیظ صاحب ایسا نہیں ہے؟‘‘ (یعنی خلاف باتیں کرتے تھے)

میاں عبد الرحیم احمد صاحب کبھی آتے اور کبھی جاتے تھے۔ جب آتے تو میاں عبد المنان صاحب کو مخاطب کرکے کہتے۔ ’’میاں صاحب! اس شریف آدمی کا ایمان کیوں خراب کرتے ہیں۔‘‘ یہ باتیں حفیظ صاحب نے بیان کرنے کے بعد خاکسار کو کہا۔ ’’چوہدری صاحب! آپ اپنی نمازوں میں سلسلہ کی ترقی کے لئے خاص طور پر دعائیں کیا کریں۔ آئندہ آنے والے ایام مجھے بہت خطرناک نظر آ رہے ہیں۔ پھر یہ بھی پوچھے یہ کہ میاں عبدالمنان صاحب

کیا باتیں کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ وہ باتیں بتانے والی نہیں بہت خطرناک ہیں۔"

اس کے بعد چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی سفارش سے میاں عبدالمنان صاحب کو امریکہ جانے کا موقع ملا۔ اور اس پروپیگنڈہ نے اور شدت پکڑ لی اور یہ کہا جانے لگا کہ ساری جماعت میں میاں عبدالمنان جیسا کوئی لائق آدمی نہیں انہوں نے مسند احمد کی تبویب جیسا عظیم الشان کام کیا ہے۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ تبویب کا ایک حصہ خود حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے کیا ہوا تھا اور ان کا قلمی نسخہ لائبریری میں موجود تھا۔ ۵ جون ۱۹۵۰ء کو مولوی عبدالمنان نے یہ فہرست لائبریری سے مستعار لی اور کچھ لوگوں کی مدد سے اس میں کچھ زیادتی کرکے اسے اپنی طرف منسوب کر لیا۔ پس کچھ حصہ اس کام کا خود حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کر چکے تھے باقی حصہ مولوی عبدالمنان نے کیا۔ لیکن وہ حصہ بھی خود نہیں کیا۔ بلکہ جب وہ جامعہ احمدیہ میں پروفیسر تھے تو دوسرے استادوں اور لڑکوں کی مدد سے کیا تھا۔ بلکہ شاہد کلاس کے ایک طالب علم محمود احمد مختار نے مجھے لکھا ہے کہ اس کا دیباچہ انہوں نے اردو میں لکھا تھا۔ پھر مولوی محمد احمد صاحب ثاقب کے ذریعہ سے مجھے دیا کہ میں اس کا عربی میں ترجمہ کر دوں۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا

چاہیئے۔کہ علامہ احمد محمد شاکر مصری جو اخوان المسلمین کے بانی بنا کے خاندان میں سے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کا انڈکس تیار کیا ہوا ہے اور اس کی چودہ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ جو میری لائبریری میں موجود ہیں۔ اسی طرح احمد عبد الرحمن کی تبویب "الفتح الربانی" کی پانچ جلدات بھی چھپی ہوئی ہیں۔

ہمارے پاس منڈی بہاؤالدین سے مولوی محمد ارشاد صاحب بشیری کی شہادت آئی ہے کہ وہاں پنجابی یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ مولوی ملتان صاحب نے ساری حدیثیں جمع کی ہیں یعنی وہ جو تبویب تھی اس کا نام ساری حدیثیں جمع کرنا رکھا ہے اس لئے میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کام کی کیا حقیقت ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ حدیثوں کی کتابیں کئی قسم کی ہیں۔ ایک مسند کہلاتی ہیں جن میں راوی کے نام کے لحاظ سے حدیثیں جمع کی جاتی ہیں خواہ وہ کسی مضمون کی ہوں۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کی حدیثیں ایک جگہ حضرت عمرؓ کی ایک جگہ وعلیٰ ہذا۔ مسند احمد حنبلؒ بھی اسی بناء پر مسند کہلاتی ہے۔ اور بخاری وغیرہ چونکہ مضمونوں کی بناء پر لکھتے ہیں اس لئے انکو جامع کہتے ہیں جیسے جامع بخاری۔ جامع مسلم۔ جامع ابی داؤد اور جامع ابن ماجہ۔ سنن ابن ماجہ بھی اس کا نام مشہور ہے۔ اسی طرح جامع ترمذی۔ اگر وہ بہت اعلیٰ کتابیں ہوں تو انہیں صحیح کہہ دیتے ہیں۔ جیسے صحیح بخاری ایک تیسری قسم کی حدیثوں کی کتابیں وہ ہیں جن میں براہ راست

حدیثیں درج نہیں کی گئیں۔ بلکہ حدیث کی پہلی کتب میں سے ضروری حدیثیں اکٹھی کر لی گئی ہیں۔ ان میں ابن تیمیہ کی منتقیٰ ہے۔ سیوطی کی جامع الصغیر ہے ہمارے ملک میں عام طور پہ مشکوٰۃ اور بلوغ المرام مشہور ہیں۔ مسند احمد بن حنبلؒ پہلی قسم کی کتابوں میں سے ہے جسمیں انہوں نے حدیثیں نقل کی ہیں۔ مگر انہوں نے یہ حدیثیں راویوں کے نیچے دی ہیں مضمون وار نہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی۔ کہ مضمون وار بھی ان کو جمع کیا جائے تاکہ مضمون نکالنا آسان ہو۔ پس یہ تو جھوٹ ہے کہ میاں منان نے حدیثیں جمع کی ہیں مگر یہ صحیح ہے کہ جامعہ احمدیہ کے استادوں اور طالب علموں کی مدد سے اور کچھ حضرت خلیفہ اولؓ کے کام کی مدد سے بخاری کے باب لیکر ان کے ماتحت مسند احمد بن حنبلؒ کی حدیثیں انہوں نے مضمون وار جمع کر دی ہیں۔ یہ کام ایسا ہی ہے جس طرح کہ ڈکشنری میں سے لفظ نکالنے۔ ہر ایک محنتی طالب علم یہ کام کر سکتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے حضرت خلیفہ اولؓ کی خواہش کے مطابق میں نے علماء کو مقرر کر دیا ہے۔ اور وہ کتاب مکمل ہو چکی ہے اب وہ جامع کی شکل میں زیادہ مکمل صورت میں موجود ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی خواہش بعض اور اصلاحات کی بھی تھی۔ جنکو میں نے ۱۹۵۶ء کی مجلس عرفان میں بیان کیا تھا اسکے متعلق بھی میں نے ہدایت دے دی ہے کہ ان کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

وہ احمدی جن سے روپیہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ تاکہ جماعت کے فتنے پر اسے خرچ کیا جائے وہ مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کے لڑکے ہیں اور اسی طرح افریقہ کا ایک دوست ہے جو بچ گیا۔ اس کے بیٹے نے کہہ دیا کہ میں ایسا خرچ کرنا نہیں چاہتا۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ تمہاری تو وہی مثل ہے کہ "تیری جوتی تیرے ہی سر"، تم سے ہی روپیہ لے کے تمہارے ہی خلاف استعمال کیا جانے والا تھا۔ لیکن خدا نے تمہیں بچا لیا۔

یہ فتنہ اب بیٹوں سے نکل کر پوتوں تک بھی جا پہنچا ہے۔ چنانچہ میاں سلطان علی صاحب ولد فتح محمد صاحب سندھ سے لکھتے ہیں کہ

"میں خدا کو حاضر ناظر جان کر ایمان سے کہتا ہوں کہ گذشتہ سال شروع سردی میں میرے ساتھ عبدالواسع عمر پسر مولوی عبدالسلام عمر اور دوسرے دو آدمی مولوی عبدالسلام عمر کی بستی نور آباد سے گوٹھ سلطان علی کو شام کے وقت آرہے تھے باتوں باتوں میں میاں عبدالواسع نے کہا کہ اگر انسان نیک ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ بھی مانا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ جس پر میں نے جواب دیا کہ اس طرح تو حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ مانا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر دو تین باتیں تبلیغی طور پر میں نے اور دوسرے

ساتھیوں نے کیں۔ پھر میاں صاحب چپ ہو گئے جس سے معلوم ہوا کہ اُن پر کچھ اثر ہوا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے مولوی عبد السلام صاحب عمرؔ سے عبد الواسع کے متعلق کہا کہ میں نے ایسی بات سُنی ہے اور مجھے افسوس ہوا ہے۔ تو مولوی صاحب نے کہا کہ نئی روشنی کا اثر نوجوانوں میں ہو گیا ہے"

ایک اور احمدی دوست عبد الرحیم صاحب کی شہادت ہے کہ مولوی عبد السلام صاحب نے جواب میں کہا کہ وہ ابھی بچہ ہے۔ حالانکہ اس وقت وہ ایم۔ اے کر چکا تھا اسی طرح امۃ الرحمٰن بنت مولوی شیر علیؓ صاحب زوجہ میاں عبد المنان صاحب عمرؔ کا خط کسی نے بھیجا ہے جو مولوی عبد السلام کے لڑکے واسع کے نام ہے۔ اس خط کو کسی نے پکڑ کر بھیج دیا۔ وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں اس نے لکھا ہے کہ

حاشیہ:۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اماں جی اور مولوی عبد السلام صاحب تو وفات پا کر مقبرہ بہشتی میں دفن ہو چکے ہیں پھر ان کی مغفرت کس طرح ہو گئی بخشش خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہ جس کو چاہے معاف کر سکتا ہے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بعض اور نیکیوں کی وجہ سے انکے بعض مخالفانہ افعال سے توبہ کرنے کی توفیق بخش کر مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کا موقعہ عطا فرما دیا اور اس طرح اپنے فضل سے اس نے انہیں اپنی مغفرت کے دامن میں لے لیا؟

"میری رائے میں تو آپ لوگوں کا جلدی ہی آ جانا بہتر تھا۔ لیکن دیکھئے آپ کے چچا کی کیا رائے ہے۔"

یعنی میری رائے تو یہ ہے کہ جلدی سے ربوہ آ جاؤ۔ مگر منان ابھی امریکہ میں ہے وہ آ جائے تو پتہ لگے گا کہ اس کی کیا رائے ہے۔ پھر لکھا ہے

"لوگ یکے بعد دیگرے آپ لوگوں کے ماحول میں آویں گے۔"

یعنی ربوہ آ جائیں۔ ساری جماعت ٹوٹ کر آپ کے گرد جمع ہو جائے گی۔

پھر لکھا ہے

"کہا کچھ جاتا ہے بنایا کچھ جاتا ہے۔ خطبوں کو اگر حسب سابق منشی ہی دیا کریں تو زیادہ بہتر ہے کشتی نوح سے زیادہ اہم ان کے خطبے ہیں۔"

اسی طرح امۃ الرحمٰن زوجہ میاں عبد المنان صاحب عمر نے ستمبر ۵۶ء میں اپنے جیٹھ کے بچوں کو لکھا کہ

"ہمارے بزرگ دادا کو یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے تو کبھی بھی اپنی اولاد کو خدا کے سپرد نہ کیا تھا۔"

(اس خط کا عکس ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اور اُن کے بھائی دیکھ سکتے ہیں)۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات عبدالوہاب اور عبدالمنان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہی تھی۔ مولوی شیر علی صاحب جیسے مخلص کی اس ناخلف بیٹی کو وہاب اور منان کی تو وہ بات بُری نہ لگی جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کہی تھی۔ لیکن وہ بات بُری لگی جو جواب کے طور پر مبایعین نے حضرت خلیفہ اوّل رض کی اولاد کے متعلق کہی تھی۔

اب اخبار "پیغام" کے ۵ دسمبر کے پرچہ میں سید تصدق حسین صاحب بغداد کا ایک خط چھپا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ "پیغام صلح" میں

"مولوی عبدالمنان صاحب عمر کا مکتوب فتنۂ قادیان اور منافقین کو سمجھنے کے لئے اخوانِ ربوہ کو بصیرت کا کام دے گا"

ہم نے "پیغام صلح" کے سب پرچے دیکھ مارے ہیں ان میں وہ مضمون نہیں۔ مگر ہم کو ایک ٹریکٹ ملا ہے جس کے نیچے "حقیقت پسند پارٹی" لکھا ہوا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ انکا جتھہ پیغامیوں کے ساتھ ہے۔ اور پیغامی ان ٹریکٹوں کو جو "حقیقت پسند پارٹی" چھاپ رہی ہے اپنے آدمیوں کو دنیا میں چاروں طرف یہ کہکر بھجوا رہی

ہے کہ میاں عبدالمنان نے لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
چونکہ یہ اُنکے یارِ غار ہیں انکو پتہ ہوگا کہ میاں عبدالمنان نے یہ
ٹریکٹ لکھے ہیں ورنہ وہ شخص جو انکی جماعت کا بغداد میں
بیٹھا رہے یہ کیوں لکھتا کہ میاں عبدالمنان کا ٹریکٹ مل گیا ہے۔

غرض آدم کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک دین کو دنیا پر مقدم نہ
کرنے کیوجہ سے نظامِ الٰہی کے خلاف بغاوتیں ہوتی چلی آئی ہیں اور
آج کا پیغامی جھگڑا یا حضرت خلیفہ اول رضؓ کے خاندان کا فتنہ بھی
اسی وجہ سے ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خدا تعالےٰ کے
حکم سے اپنی جماعت سے یہ عہد لینا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم
رکھوں گا" اسی وجہ سے تھا۔ مگر افسوس کہ باوجود حضرت خلیفہ
اولؓ کے ہوشیار کر دینے کے انکی اولاد اس فتنہ میں پھنس گئی۔
حالانکہ حضرت خلیفۂ اولؓ کی شہادت کو خود عبدالمنان نے ۵۴ء کے
رسالہ فرقان میں شائع کیا تھا اور پھر یہ شہادت الفضل ۱۱ دسمبر ۵۶ء
میں بھی چھپ چکی ہے اور اس کے متعلق جلسہ سالانہ پر ایک ٹریکٹ بھی
شائع ہوا ہے۔ دوست اسے دیکھ چکے ہوں گے۔ اسمیں انہوں نے
حضرت خلیفۂ اولؓ کا ایک نوٹ شائع کیا ہے جو دسمبر ۱۲ء کا لکھا ہوا
ہے کہ مصلح موعود تیس ۳۰ سال کے بعد ظاہر ہوگا۔ چنانچہ ۴۴ء میں
خدا تعالےٰ نے مجھے رؤیا دکھائی۔ کہ تم مصلح موعود ہو
اس مضمون میں انہوں نے لکھا ہے کہ

"فرقان کے پچھلے شمارہ میں میں نے بڑے دردمند دل کے ساتھ ابتدائی چند صفحات قلمبند کئے تھے۔ اور میں حد درجہ اس کا آرزومند تھا کہ کسی طرح ہمارے یہ بچھڑے ہوئے بھائی پھر ہم میں آملیں۔ اور اپنی طاقتوں کو باہمی آویزش میں ضائع نہ کریں بلکہ آپس میں مل کر متحدہ رنگ میں اکناف عالم میں اسلام کو پھیلانے اور پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند کرنے کیلئے خرچ کر سکیں کہ یہی اس دور میں ہمارا اولین فرض اور ہماری زندگیوں کا بہترین مقصد ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی دردمندانہ جذبہ کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس احسان سے نوازا کہ میں آج اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کے سامنے اس آواز کی "تائید" میں جو گزشتہ پرچہ میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے دامن سے اپنے دامن کو وابستہ کر لینے کے متعلق بلند کی گئی تھی۔ حضرت علامہ حاجی الحرمین سیدنا نورالدین صدیق ثانی کی ایک زبردست شہادت کو پیش کر سکوں"۔

وہ پیغامیوں کو تو ۱۹۴۵ء میں کہتا ہے کہ بچھڑے ہوئے بھائیو مل جاؤ۔ اور اپنے آپ کو کہتا ہے کہ بھاگ جاؤ مبایعین کے پاس سے۔ چلے جاؤ ابلیس کی گود میں اور جماعت

احمدیہ کے اتحاد کو چاک کر دو۔ پھر آگے لکھتا ہے:۔

"اے مقلب القلوب خدا! تو اس برادرانہ جنگ کو ختم فرما۔ اور اپنے پیارے مسیح کے ان خادموں کو جو تیرے اس رسول کی تخت گاہ سے کٹ گئے ہیں انہیں اس پر مخلصانہ غور کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ان کے دلوں کو کھول دے اور اس طرح پھر سے انہیں لے آ کہ ہم سب مصلح موعود کی زیر ہدایت پہلو بہ پہلو کندھے سے کندھا جوڑے اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا مصداق بنیں"

سو تم تو ملتان کی تحریک کے مطابق بن گئے۔ مگر وہ خود اس نعمت سے محروم ہو گیا۔ وہی شخص جو حضرت خلیفۂ اول رضؓ کی پیشگوئی ظاہر کر رہا تھا کہ انہوں نے پیشگوئی کی تھی کہ تیس سال کے بعد مصلح موعود ظاہر ہوگا سو وہ ظاہر ہو گیا ہے وہی آج اپنے باپ کو جھوٹا کہہ رہا ہے اور اس کے دوست پیغامی کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۂ اول رضؓ کی ہتک ہم کر رہے ہیں۔ ہتک ہم کرتے ہیں جو آپ کے بیان کی تائید کرتے ہیں یا ہتک ان کا بیٹا کرتا ہے اور پیغامی کرتے ہیں جو اپنے باپ کو اور اپنے پہلے خلیفہ کو جس کی انہوں نے بیعت کی تھی جھوٹا کہتے ہیں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو

خدا تعالےٰ کے غضب کو بھڑکائیں گے۔ اور نہ اجمیری اور نہ پیغامی۔ نہ محمد حسن چیمہ۔ نہ غلام رسول ۳۵ ان کی مدد کر سکیں گے۔ کیونکہ خدا کی گرفت آدمیوں کے ذریعہ سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ قانون قدرت کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور قانونِ قدرت حکومتوں کے ماتحت بھی نہیں۔ وہ محض خدا تعالےٰ کے ماتحت ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے مجھے پہلے سے خبر دی ہوئی ہے اور وہ (الفضل ۷ستمبر ۱۹۵۶ء میں) چھپ بھی چکی ہے۔ کہ اب تو پیغامی اور ان کے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن فرشتوں نے آسمان پر چکر کھاتے ہوئے قرآن کی وہ آیتیں پڑھیں جو منافق یہودیوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر لڑینگے اور اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے نہ یہ لڑیں گے نہ نکلیں گے۔ جھوٹے ہیں۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے فرشتوں کے ذریعہ سے بتایا کہ یہی حال ان کا ہوگا۔ پہلے پیغامی اور احراری کہیں گے کہ ہم تمہاری مدد کریں گے لیکن بعد میں نہ وہ مدد کرینگے نہ ساتھ ہی ملے بلکہ سب بھاگ جائیں گے۔ کیونکہ خدا کے غضب کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

چنانچہ جلسہ سالانہ کے بعد "نوائے پاکستان" ۷ر جنوری ۱۹۵۷ء میں ان کے ایک ہمدرد نے ایک مضمون شائع کیا ہے جس سے

اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جو مجھے خبر دی
تھی وہ بڑی شان سے پوری ہوگئی ہے۔
اس مضمون میں جو "حقیقت پسند پارٹی سے چند گذارشات"
کے زیر عنوان شائع ہوا ہے لکھا ہے:۔
(الف) " حزب مخالف نے اگرچہ حقیقت پسند پارٹی کے
نام سے اپنی جماعت الگ بنانے کا اعلان کر دیا ہے۔ مگر وہ
ہیں بڑے پریشان کیونکہ قادیانی خلافت نے تو منافق
غدار۔ ملحد اور دونوں جہان میں خائب و خاسر کا الزام
دے کر اپنے سے ان کو عضو فاسد کی طرح
کاٹ دیا ہے۔"
(ب) " لاہوری حضرات ان کو دوسرے قادیانیوں کی
طرح ہی سمجھتے ہیں۔ ان میں باہمی عقیدہ و خیال کا
کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف تھوڑا سا خلافتی اختلاف
ہے۔ اس بنا پر وہ ان کو اپنے قریب تک
نہیں پھٹکنے دیتے۔"
(ج) مرزائیت کی حالت میں مسلمانوں کا اُن سے ملنے
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اسلام کے ایک
بنیادی و اساسی عقیدہ کے منکر ہیں۔ مسلمان
کافر کی ذمی ہونے کی حیثیت سے حفاظت و صیانت

تو کر سکتا ہے مگر مرتد کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے بلکہ مرتد کی سزا اسلام میں نہایت سنگین ہے۔ اس اعتبار سے یہ معاشرہ سے بالکل کٹ چکے ہیں۔"

(د) ضاقت علیھم الارض بما رحبت کا سا انکا حال ہے۔ سرزمین پاکستان باوجود اپنی وسعت و فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی ہے۔ کیا وہ ملک بدر ہو جائیں؟ آخر جائیں تو کہاں جائیں۔ فرض کر لیجیئے کہ ان میں سے ایک آدمی کسی مکان پر صرف اکیلا ہی رہتا ہے۔ زندگی میں ہزاروں حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اگر وہ بھی کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو اُن سے کون اُنس و مروّت کریگا۔ کیا وہ سسک سسک کر نہیں مر جائیگا۔ بالفرض وہ فوت بھی ہو جاتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین کون کریگا اس کا جنازہ کون پڑھائیگا اور کس کے قبرستان میں وہ دفن کیا جائیگا یا اس کی لاش کو چیلوں اور درندوں کے سپرد کر دیا جائیگا۔ حقیقت پسند پارٹی کو ان بھیانک اور خوفناک نتائج پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔"

(نوائے پاکستان ۱۷ جنوری ۵۷ء)

غرض یہ پس منظر ہے آسمانی نظام کا۔ تم آسمانی نظام کے سپاہی ہو۔ اور شیطان اَب نئی شکل میں۔ نئے جبّہ میں آکر اور احراریوں کی اور غیر مبایعین کی مدد سے اور منّان اور وہاب کا نام لے کر اور عبد السلام کے بیٹوں کا نام لے کر تمہارے اندر داخل ہونا چاہتا ہے اور تم کو جنّت سے نکالنا چاہتا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پہلا آدمؑ آیا تھا اور شیطان نے اس کو جنت سے نکال دیا تھا۔ اَب مَیں دوسرا آدمؑ بن کے آیا ہوں تاکہ لوگوں کو پھر جنّت میں داخل کروں۔ (حاشیہ متعلقہ خطبہ الہامیہ بعنوان ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود)

پس تم دوسرے آدم کی اولاد ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق جنّتِ خلافت سے دشمن تم کو نہیں نکال سکیگا۔ شیطان ناکام رہے گا اور مُنہ کی کھائیگا اور سانپ کی طرح زمین چاٹتا رہے گا۔ لیکن خدا کی جنت میں تم جاؤ گے جو اس کے سچے پیرو ہو۔ کیونکہ تم نے آدمِ ثانی کو قبول کیا ہے اور آدمؑ ثانی کو خدا نے اس لئے بھیجا ہے

کہ پھر آدمؑ اوّل کے وقت کے نکلے ہوئے لوگوں کو دوبارہ جنّت میں داخل کرے۔

میری اس تقریر سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ جو فتنہ شیطان نے آدمؑ کے وقت اٹھایا تھا اور جس آگ کو وہ پہلے ابراہیمؑ کے وقت تک جلاتا چلا گیا تھا، اور پھر بنو اسمٰعیلؑ اور بنو اسحٰقؑ کی لڑائی کی شکل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب زمانہ تک بھڑکاتا چلا گیا تھا، اور پھر امیّہ اور ہاشم کی لڑائی کی شکل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بھڑکاتا چلا گیا تھا اور پھر حضرت امام حسینؓ اور یزید کی لڑائی کی صورت میں وہ آپ کے بعد بھی بھڑکاتا چلا گیا تھا اور پھر آخری زمانہ یعنی دورِ حاضر میں مسیح محمدیؑ اور ابناء مولوی عبداللہؒ صاحب غزنوی مرحوم کی لڑائی کی صورت میں اُس نے بھڑکانا شروع کر دیا تھا اور اب پیغامیوں اور مبائعین اور ابنائے مسیح موعودؑ اور ابنائے مولوی عبداللہ صاحبؒ غزنوی کی لڑائی کی شکل میں اس کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ وہ بات حرف بحرف صحیح ہے اور اس تمام جنگ کی بنیاد لالچ یا بُغض پر ہے. کوئی دینی رُوح اس کے پیچھے نہیں ہے +

ہر قسم کا اسلامی لٹریچر

الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ

ربوہ سے خریدیں

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

ہر قسم کا اسلامی لٹریچر
الشرکۃ الاسلامیۃ لمیٹڈ
ربوہ سے طلب فرمائیں

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)